سلسلہ کتب درسیہ سررشتہ تعلیمات

سرکار نظام الملک آصفجاہ خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

ہندوستان کی تاریخ

چھٹی جماعت کے لئے

مرتبہ

مجلس نصاب کتب شعبۂ تاریخ

۱۳۴۸ف م ۱۹۳۹ء

مطبوعہ

اعظم اسٹیم پریس گورنمنٹ ایجوکیشنل پرنٹرز حیدرآباد دکن

قیمت (۱ روپیہ ۳ آنہ)

№ 5572

ایڈیشن اول (۷۰۰۰)

سلسلۂ کتب درسیہ سررشتۂ تعلیمات

سرکار نظام الملک آصفجاہ خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

ہندوستان کی تاریخ

چھٹی جماعت کے لئے

مرتبۂ

مجلس نصاب کتب شعبۂ تاریخ

سنہ ۱۳۴۸ ف م سنہ ۱۹۳۹ء

مطبوعۂ

اعظم اسٹیم پریس گورنمنٹ ایجوکیشنل بکڈپو حیدرآباد دکن

فہرست مضامین

ہندوستان کی تاریخ

فہرست تصاویر

رائٹ آنریبل سر اکبر حیدری نواب حیدر نواز جنگ بہادر صدر اعظم ریاست حیدرآباد دکن کا ایک عرصہ سے یہ خیال تھا کہ ممالک محروسہ سرکار عالی اور ہندوستان کے دوسرے صوبہ جات کے مدارس میں جو تاریخ کی کتابیں پڑھائی جاتی ہیں ان میں تبدیلی کی ضرورت ہے۔ چنانچہ ممدوح نے کئی موقعوں پر اس کا اظہار فرمایا کہ ہماری نہایت اہم تعلیمی ضرورت یہ ہے کہ غیر فرقہ واری نقطہ نظر سے سلیس اور سادہ زبان میں ہندوستان کی کتب تاریخ لکھوائی جائیں تاکہ بچوں میں شروع سے رواداری کے جذبات نشو و نما پائیں اور وہ مختلف مذہبوں اور تہذیبوں کے اصول کی قدر کرنا سیکھیں۔

عالیجناب نواب سر صدر اعظم بہادر کی خواہش اور ہدایت کے مطابق سررشتہ تعلیمات سرکار عالی نے مختلف جماعتوں کے لئے جدید کتب تاریخ لکھوانے کا کام دو سال قبل شروع کیا۔ بحمد اللہ کہ اب ابتدائی اور ثانوی جماعتوں کی نصابی کتب تاریخ مکمل ہوگئی ہیں۔

ان کتب کی ترتیب اور تالیف میں امور ذیل کا بطور خاص لحاظ رکھا گیا ہے۔

الف۔ سب تاریخی کتب غیر فرقہ وارانہ نقطہ نظر سے لکھی گئی ہیں تاکہ طلباء میں رواداری کے جذبات اور خیالات پیدا ہوں۔

ب۔ ہر دور کی تہذیب اور شائستگی کے پہلو پر زور دیا گیا ہے۔

ج۔ اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ زبان سلیس ہو اور اس کا معیار کسی طرح

اس جماعت کے معیار سے بڑھنے نہ پائے جس کے لئے کتاب لکھی گئی ہو۔

اس چھٹی جماعت کی کتاب میں ہندوستان کی تاریخ کا خاکہ پیش کیا گیا ہے اور اس کے لکھنے میں خاص طور پر اس بات کا خیال رکھا گیا ہے کہ ہماری تاریخ صرف لڑائی بھڑائی کی داستان نہیں بلکہ ہر زمانہ کی تہذیب و تمدن کو اس میں خاص اہمیت حاصل ہے۔ کوشش کی گئی ہے کہ ہر دور کے حالات اس طرح پیش کئے جائیں کہ طلبا کی نظر کے سامنے جیتی جاگتی تصویر آجائیں

یہ کتاب جناب ڈاکٹر یوسف حسین خانصاحب ریڈر شعبہ تاریخ جامعہ عثمانیہ کی محنت اور کاوش کا نتیجہ ہے جس کے لئے سررشتہ تعلیمات ان کا بیحد متشکر ہے۔

مندرجہ ذیل اصحاب نے بحیثیت ارکان مجلس نصاب تاریخ سررشتہ تعلیمات اس کتاب کی ترتیب میں مدد دی اور اپنے مشوروں سے مستفید کیا۔ پس ان حضرات کا بھی شکریہ ادا کیا جاتا ہے

(۱) مولوی سید علی اکبر صاحب ایم اے (کینٹب) اسپیشل اسسٹنٹ افسر سررشتہ تعلیمات و معتمد مجلس تعلیم ثانوی۔ صدر مجلس نصاب تاریخ

(۲) مولوی سجاد مرزا صاحب ایم اے (کینٹب) بی ٹی (لندن) پرنسپل ٹریننگ کالج رکن

(۳) مولوی ہارون خاں صاحب شیروانی ایم اے (اکسن) بار ایٹ لا صدر شعبہ تاریخ رکن

(۴) ڈاکٹر یوسف حسین خانصاحب بی اے۔ ڈی لٹ (پیرس) ریڈر شعبہ تاریخ جامعہ عثمانیہ رکن

(۵) ڈاکٹر ایشور ناتھ ٹوپا صاحب پی۔ ایچ۔ ڈی (فرائبرگ) ریڈر شعبہ تاریخ جامعہ عثمانیہ رکن

(۶) مولوی شیر محمد خانصاحب بی اے مددگار ناظم تعلیمات معتمد

سید محمد حسین جعفری

ناظم تعلیمات ممالک سرکار عالی

ہز اگزالٹڈ ہائینس مظفر الملک والممالک آصف جاہ سابع نظام الدولہ
نظام الملک اعلحضرت نواب سر میر عثمان علی خان بہادر فتح جنگ
سلطان العلوم جی۔سی۔ایس۔آئی۔جی۔سی۔بی۔ای
یار وفادار سلطنت برطانیہ۔نظام حیدرآباد و برار

پہلا حصّہ

پُرانا زمانہ

پہلا باب

ہندوستان کے قدیم لوگ

دراوڑی لوگ آریوں کے ہندوستان آنے سے قبل اس ملک میں دراوڑی نسل کے لوگ آباد تھے۔ یہ لوگ گاؤں میں مل جل کر رہتے

تھے ۔ ان کا ایک حاکم ہوتا تھا جس کا کہنا ہر ایک مانتا تھا ۔ انھوں نے زراعت کو خوب ترقی دی تھی ۔ انھیں دستکاری کا بھی شوق تھا۔ ان کی تہذیب کا کچھ حال ہمیں آریوں کی مقدس کتابوں سے ملتا ہے جنھوں نے بعد میں انھیں زیر کیا ۔ دراوڑی لوگ کشتیاں بنانا جانتے تھے۔ ان کے سوداگر ایشیا کے دوسرے ملکوں سے تجارت کرتے تھے ۔ انھوں نے بڑے بڑے شہر آباد کئے تھے ۔

موہنجو دارو کچھ عرصہ ہوا وادیٔ انڈس میں زمین کے تودے کھودے گئے تو ان کے نیچے دراوڑوں کے بسائے ہوئے شہروں کے کھنڈر نکلے ۔ موہنجو دارو (پنجاب) اور ہڑپہ (سندھ) کی کھدائیوں سے پتہ چلتا ہے کہ آج سے تقریباً پانچ ہزار سال قبل ہمارے دیس میں اعلیٰ درجہ کا تمدن موجود تھا ۔ یہ کھنڈر قدیم دراوڑی تہذیب کی یادگار ہیں ۔ جو لوگ ان شہروں میں رہتے تھے

وہ کئی منزل اونچے مکان بنانا جانتے تھے۔ مکانوں میں کنوے اور حمام ہوتے تھے۔ بعض مکانوں کے فرش پکّے ہوتے تھے۔ دراوڑ لوگ دیوی دیوتاؤں کی مورتوں کی پرستش کرتے تھے۔ یہ لوگ لکھنا بھی جانتے تھے۔

آریوں کا ہندوستان میں آنا اور پھیلنا

آج سے چار ہزار سال پہلے وسط ایشیا اور جنوبی روس کے ٹھنڈے بنجر اور خشک علاقوں سے آریوں کے گروہ کے گروہ ہندوستان کی طرف آنا شروع ہوئے۔ کچھ تو موسم کی سختی اور کچھ آبادی کے بڑھنے کے سبب سے انھوں نے اپنے بیابانوں کو ہمیشہ کے لئے خیرباد کہا۔ تقریباً پانچ سو سال تک ان کے قبیلے شمال مغربی درّوں سے ہندوستان میں داخل ہوتے رہے۔ وہ حملہ آوروں کی حیثیت سے نہیں آئے تھے بلکہ اپنے بیوی بچّوں اور گلّوں سمیت اس ملک میں آباد ہونے کی غرض سے آئے تھے۔

آریوں اور دراوڑوں کی لڑائی

آریوں نے پنجاب اور سندھ کے دراوڑوں سے جنگ کی اور انھیں ان علاقوں سے نکال کر اپنا قبضہ جمایا۔ دراوڑوں نے پسپا ہوکر جنگلوں اور پہاڑوں میں پناہ لی۔ ان کے بڑے بڑے گروہ وسط اور جنوبی ہند کی طرف آگئے۔ جو باقی رہ گئے انھوں نے آریوں کی اطاعت قبول کرلی۔

آریوں کی نوآبادیاں

پنجاب پر قبضہ ہو جانے کے بعد آریوں نے اپنی خانہ بدوش زندگی چھوڑ دی اور کھیتی باڑی کرنے لگے۔ ان کی نوآبادیاں پہلے پہل دریائے جمنا کے کنارہ تک تھیں۔ جب ان کے اور گروہ مغربی دروں سے آئے تو ان میں آپس میں سخت لڑائیاں ہوئیں۔ جو لوگ پہلے سے آباد تھے انھیں نئے آنے والوں نے وادیٔ گنگا کی طرف ڈھکیل دیا۔ آہستہ آہستہ مدھ دیس (موجودہ یو۔پی) میں

ان کی بستیاں آباد ہوگئیں۔ کچھ عرصے بعد یہ علاقہ
ان کی تہذیب و تمدن کا مرکز بن گیا۔ مدھ دیس
میں چونکہ آریوں کی تعداد کم تھی اس لئے انھوں
نے دراوڑوں کو وہاں سے نکالا نہیں۔ ان کو
دراوڑوں سے کھیتی باڑی کے کام میں بہت
مدد ملی۔ یہاں سے آریا مگدھ، بنگال اور دکن
پہنچے۔ آہستہ آہستہ ان کی نسل میں دراوڑوں کا
میل ہونا شروع ہوگیا جس سے انہیں اندیشہ
پیدا ہوا کہ کہیں وہ ان میں ضم نہ ہو جائیں۔

ذات پات کی ابتدا

چنانچہ انھوں نے اس کی روک تھام
کے لئے قدیم باشندوں سے شادی
بیاہ کی ممانعت کردی۔ ان کے سمجھدار
لوگوں نے سماج کو چار ورنوں میں تقسیم کر دیا۔
ورن کے معنی ہیں رنگ۔ اس سے پتہ چلتا
ہے کہ ذات پات کی ابتدا اصل میں اس لئے
ہوئی کہ آریا لوگ اپنے رنگ و نسل کو محفوظ
رکھنا چاہتے تھے۔ انھیں یہ خیال پیدا ہوگیا تھا

کہ جن لوگوں کو انھوں نے مغلوب کیا ہے انکے مقابلے میں وہ کم ہیں۔ اس لئے اگر انھوں نے آزادی کے ساتھ بلاروک ٹوک دراوڑوں کے ساتھ شادی بیاہ کیا تو ان کی نسل مٹ جائیگی۔

ذات اور پیشے

بعد میں ذات پات کا تعلق پیشہ سے بھی ہوگیا۔ جو لوگ پوجا پاٹ کی رسمیں ادا کرتے وہ برہمن کہلائے۔ چونکہ وہ مذہبی فرائض انجام دیتے تھے اس واسطے ان کی فضیلت تسلیم کی جاتی تھی۔ جو لوگ جنگوں میں سربراہی کرتے اور ملک کا انتظام کرتے تھے ان کی ایک علحدہ ذات بن گئی۔ یہ چھتری کہلاتے تھے۔ ان کا کام اپنے ملک کی حفاظت اور حکمرانی کرنا تھا۔ زراعت اور تجارت کا کام جس طبقے کے سپرد کیا گیا وہ ویش کہلاتا تھا۔ یہ لوگ کھیتی باڑی اور بیوپار کیا کرتے تھے۔ چوتھی ذات شودروں کی تھی جو سب سے نیچی اور ادنیٰ سمجھی جاتی تھی۔ شروع شروع میں اپنے کام کے

لحاظ سے ایک ذات کے لوگ دوسری ذات میں شامل ہو جاتے تھے لیکن کچھ عرصے بعد ذات کی بندھن ایسی سخت ہوگئی کہ جو شخص جس ذات میں پیدا ہوتا ہمیشہ اس میں رہتا تھا۔

وید مقدس آریا رشیوں نے مدھ دیش (یو۔پی) میں رس بس جانے کے بعد اپنی مناجاتوں اور منتروں کو کتابوں میں جمع کرلیا جنہیں وید کہتے ہیں۔ وید چار ہیں۔ (۱) رگ وید۔ یہ آریوں کی سب سے پرانی کتاب ہے۔ اسکا بیشتر حصہ افغانستان اور پنجاب میں آریا رشیوں نے تصنیف کیا تھا۔

(۲) یجر وید ۔ اس میں قربانی کرنے کے اصول و قواعد بیان کئے گئے ہیں۔

(۳) سام وید ۔ اس میں وہ مناجاتیں ہیں جو قربانی کے وقت گائی جاتی تھیں۔

(۴) اتھر وید ۔ اس میں وہ منتر درج ہیں جن سے آریوں کے نزدیک ہر قسم کی بلا دور ہو جاتی تھی۔

قدیم راج

آریا لوگوں نے شمالی ہند میں بڑے بڑے راج قائم کیئے۔ ان میں سے بعض بہت مشہور ہوے۔ پانچال کی راجدھانی کمپل تھی۔ انگ کی حکومت کا پایہ تخت چمپا تھا اور لچھیوں کی راجدھانی ویشالی تھی۔

رامچندر جی

کوشل کی ریاست کا صدر مقام اجودھیا تھا جہاں کے راجا رامچندر جی نے بہت شہرت حاصل کی۔ وہ نہایت عقلمند، منصف مزاج اور فرض شناس تھے۔ ان کی ان خوبیوں کے سبب سے آج تک ان کا نام عزّت سے لیا جاتا ہے۔

کورو اور پانڈو

کورو کی ریاست کا پایہ تخت ہستنا پور اور پانڈو کی راجدھانی اندر پرست تھی۔ کورو اور پانڈو میں جو چچا زاد بھائی تھے بڑی زبردست لڑائی ہوئی جس کا حال مہا بھارت میں بیان کیا گیا ہے۔ اس لڑائی میں شمالی ہند کے بڑے بڑے راجا کسی نہ کسی طرف

سے ضرور شریک تھے۔ کروک شتر کے میدان میں اٹھارہ دن تک گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ بالآخر پانڈو کو سری کرشن جی کی مدد سے کامیابی ہوئی۔

مگدھ قدیم آریوں کی حکومتوں میں مگدھ نے سب سے زیادہ ترقی کی اور آس پاس کے علاقوں کو فتح کرلیا۔ یہاں کے راجہ اجات شترو نے حضرت مسیح سے پانچ سو سال قبل پاٹلی پتر کو اپنی راجدھانی بنایا۔ یہ شہر بہت بارونق تھا اور یہاں ہر قسم کی آسائش کا سامان ملتا تھا۔

برہمنوں کا زور ذات پات کی تقسیم سے آہستہ آہستہ آریوں کے پرانے دھرم کی سادگی مٹ رہی تھی۔ دھرم کی باگ برہمنوں کے ہاتھ میں آگئی۔ قربانی اور بھینٹ کے قاعدوں اور رسموں پر مذہب کا سارا دارومدار رہ گیا تھا۔ یہ قاعدے ایسے پیچیدہ تھے کہ عام لوگ ان کا مطلب بھی نہیں سمجھ سکتے تھے۔ جو لوگ ان

رسموں کی پابندی میں کمی کرتے تھے وہ نیچے طبقوں میں داخل کر دئے جاتے تھے۔ لیکن رسموں اور قاعدوں سے انسانی روح کی پیاس نہیں بجھتی۔ چنانچہ عام طور پر لوگوں میں ایک طرح کی مذہبی بے چینی پیدا ہو گئی۔

مہابیر جی

اس زمانے میں مگدھ کی ریاست میں دو بڑے دھرم پر چارک پیدا ہوئے۔ مہابیر جی اور مہاتما بدھ۔ مہابیر جی کے مذہب کو جین مت کہتے ہیں۔ مہابیر جی نے ذات پات اور مورتی پوجا کی مخالفت کی۔ انھوں نے اہمسا کے اصول کی تعلیم دی جس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو چاہئے کہ کسی جاندار کو تکلیف نہ پہنچائے۔ اس مذہب کے ماننے والے آج تک مغربی ہندوستان میں موجود ہیں۔

مہاتما بدھ کی تعلیم

مہاتما بدھ کی تعلیم یہ تھی کہ مذہب کی ظاہری رسمیں اور بھینٹ قربانی سے نجات کا راستہ نہیں مل سکتا اور

نہ جسم کو تکلیفیں دینے اور تپسیا کرنے سے انسانی روح تسکین پاسکتی ہے۔ وہ کہتے تھے کہ نیکی، سچائی اور رحم کرنے سے آتما کو شانتی نصیب ہوسکتی ہے۔ انکا خیال تھا کہ آدمی کو اپنی زندگی میں جو رنج سہنے پڑتے ہیں ان کا بس ایک ہی علاج ہے اور وہ یہ ہے کہ آدمی دوسروں کے ساتھ بھلائی کرے اور کبھی کسی کو نقصان نہ پہنچائے۔ مہاتما بدھ سب انسانوں کی مساوات کے قائل تھے اور ذاتوں کی اونچ نیچ کو بے حقیقت سمجھتے تھے۔ ہر شخص چاہے وہ کسی ذات سے بھی تعلق رکھتا ہو نجات حاصل کرسکتا ہے بشرطیکہ وہ نیک عمل کرے۔

مہاتما بدھ کی تعلیم کچھ عرصے بعد ایسی مقبول ہوئی کہ سارے ہندوستان میں ان کا مذہب رائج ہوگیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ لوگ برہمنی رسوم سے بیزار ہوگئے تھے۔ اہل ہند کی زندگی پر اس مذہب کا بہت گہرا اثر پڑا۔ ہندوستان کے باہر چین اور جاپان میں کروڑوں آدمی آج تک بدھ مت کو مانتے ہیں۔

مشق کے سوالات

(۱) دراوڑی لوگوں کی تہذیب و تمدن کا حال بتاؤ۔
(۲) آریا لوگ کون تھے؟ وہ ہندوستان کب آئے؟
(۳) ذات پات کی ابتدا کیسے ہوئی؟
(۴) وید کتنے ہیں۔ ان کے متعلق تم کیا جانتے ہو۔
(۵) آریوں کی سب سے قدیم حکومتوں کا حال بتاؤ۔
(۶) مہابیرجی اور مہاتما بدھ کی تعلیم مختصر طور پر بیان کرو۔

ضروری تاریخیں

مہابیرجی	۵۹۹ ق م تا ۵۲۷ ق م
مہاتما بدھ	۵۵۷ ق م تا ۴۸۳ ق م

دُوسرا باب

سِکندر اعظم کا حملہ

ملک یونان کی ریاست مقدونیہ میں ایک بادشاہ گزرا ہے جس کا نام فلپ تھا۔ فلپ کے فوت ہونے پر اس کا بیٹا سکندر تخت و تاج کا مالک ہوا۔ اس وقت اس کی عمر صرف بیس سال تھی۔ اسکو نیئے نیئے ملک فتح کرنے کا بڑا شوق تھا۔

سکندر کا ایران سے بدلہ لینے کا ارادہ۔

سکندر نے ارادہ کرلیا تھا کہ ایران کے بادشاہ

سے جس نے کچھ عرصہ قبل یونان پر چڑھائی کی تھی بدلہ لونگا اور اسے شکست کا مزہ چکھاؤنگا۔ چنانچہ ملک شام فتح کرنے کے بعد۔ وہ ایک زبردست لشکر لے کر ایران کی طرف بڑھا۔ ایران کے بادشاہ دارا نے سکندر کا مقابلہ کیا لیکن شکست کھائی۔ سکندر نے ایران کی پوری سلطنت پر قبضہ کرلیا۔ اِس زمانے میں ایران کی سرحد ہندوستان سے ملتی تھی اور بلوچستان اور سندھ کا علاقہ اس کے تحت تھا۔ سکندر کی بڑی آرزو تھی کہ ہندوستان پر حملہ کرے۔ افغانستان فتح کرنے کے بعد وہ ہندوستان کی طرف متوجہ ہوا۔

ٹکسلا کے راجہ کا سکندر سے مِل جانا

ٹکسلا کا راجا سکندر سے مِل گیا اور اس کی ہر طرح سامان اور آدمیوں سے مدد کی۔ ٹکسلا کے راجا کی پنجاب کے راجا پورس سے دشمنی تھی۔ وہ چاہتا تھا کہ سکندر سے مِل کر پورس کو شکست دے اور اس کے ملک پر خود قبضہ کرے۔ ٹکسلا کے

سکندر اعظم

راجا کی مدد سے سکندر کی فوجی طاقت بہت بڑھ گئی۔
راجا پورس کو سکندر کے حملہ کی اطلاع ہو چکی تھی۔
اس نے خوب تیاری کر کے ۵۰ ہزار کا لشکر جمع کیا
اور دریائے جہیلم کے کنارہ سکندر سے مقابلہ کیا۔

راجہ پورس سے جنگ

دریا کے ایک طرف سکندر کی فوج پڑی
ہوئی تھی اور دوسری جانب پورس کا
لشکر تھا۔ ایک رات جب موسلا دھار
پانی پڑ رہا تھا سکندر نے مع بارہ ہزار فوج دریائے
جہیلم کو پار کیا اور بے خبری کی حالت میں راجا
پورس کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ پورس کی فوج میں دو
سو جنگی ہاتھی تھے۔ سکندر کے ایک دم سے حملہ
کرنے سے یہ ہاتھی ایسے گھبرا گئے کہ انھوں نے
اپنی ہی فوج کو روندنا شروع کر دیا۔ ہاتھیوں کے
بگڑ جانے سے راجا پورس کی فوج میں ابتری پھیل
گئی۔ ہندوستانی فوج نے بڑی بہادری سے مقابلہ
کیا لیکن میدان سکندر کے ہاتھ رہا۔

راجا پورس کا گرفتار ہونا

راجا پورس زخمی ہو کر

گرفتار ہوا۔ سکندر نے اس سے پوچھا کہ اب تمہارے ساتھ کیسا سلوک کیا جائے۔ راجا پورس نے جواب دیا "جیسا بادشاہ بادشاہوں کے ساتھ کرتے ہیں"۔ یہ جواب سن کر سکندر بہت خوش ہوا۔ اس کے دل میں راجا پورس کی عزت پیدا ہو گئی اور اس نے اس کی سلطنت واپس کر دی۔

وادیٔ گنگا فتح کرنے کا قصد

سکندر فوج کشی کرتا ہوا دریائے بیاس کے کنارے تک پہونچ گیا۔ اس کی خواہش تھی کہ وادیٔ گنگا کے زرخیز علاقہ کو فتح کرے جس کی دولت کا حال وہ سُن چکا تھا۔ لیکن اس کی فوج کئی سال کی متواتر جنگوں سے تنگ آچکی تھی اور اپنے وطن کو واپس جانا چاہتی تھی۔

سکندر کی واپسی

سکندر نے جب یہ حال دیکھا تو اس نے واپسی کا حکم دے دیا۔ فوج کا زیادہ حصہ تو سمندر کے راستے سے خلیج فارس کی طرف روانہ ہوا اور سکندر خود خشکی کے

راستے سے تھوڑی سی فوج سمیت بلوچستان ہوتا ہوا
ایران میں داخل ہوا۔ وہ ہندوستان میں تین سال
رہا۔ اس کے حملے کی وجہ سے ہندوستان کے باشندوں
کو اس کا موقعہ ملا کہ وہ اہل یونان کے علوم و فنون کو
سیکھیں اور اسی طرح یونانیوں کو اس کا موقع ملا کہ
وہ اہل ہند کے متعلق واقفیت حاصل کریں۔

سکندر کی وفات سکندر جب بابل پہونچا، جو بغداد
کے قریب اس زمانے میں بڑا شہر
تھا، تو وہاں بخار کے عارضہ میں مبتلا ہوگیا اور ۳۲۳
ق۔م میں وہیں وفات پائی۔ اس وقت اس کی عمر
صرف ۳۳ سال تھی۔

مشق کے سوالات

(۱) سکندر اعظم نے بادشاہ ہونے کے بعد ایران پر
حملہ کرنے کا ارادہ کیوں کیا؟
(۲) ٹکسلا کا راجا سکندر اعظم سے کس وجہ سے

مل گیا تھا۔

(۳) راجا پورس اور سکندر اعظم کی جنگ کا حال بیان کرو۔ اس جنگ کا کیا نتیجہ نکلا؟

(۴) ہندوستان کا نقشہ کھینچ کر بتاؤ کہ سکندر نے کس راستہ سے اس ملک پر حملہ کیا اور وہ کس طرف سے واپس گیا۔

ضروری تاریخیں

سکندر اعظم کی پیدائش	۳۵۶ ق م
سکندر اعظم کا ہندوستان پر حملہ	۳۲۷ ق م
سکندر اعظم کی وفات	۳۲۳ ق م

تیسرا باب

چندرگپت موریا

چندرگپت اور سکندر اعظم

جس زمانے میں سکندر اعظم نے پنجاب پر حملہ کیا اس وقت مگدھ میں نندا خاندان کا راجا حکمراں تھا۔ چندرگپت کا تعلق شاہی خاندان سے تھا۔ اس کی ماں ایک شودر عورت تھی جس کا نام مورا تھا جسکے نام پر اس نے راجا ہونیکے بعد اپنے خاندان کا نام رکھا۔ کسی

بات پر مگدھ کے راجا سے اس کی اَن بَن ہوگئی اور اسے جلا وطن کر دیا گیا۔

چندر گپت نے سنا کہ سکندر اعظم نے پنجاب پر حملہ کر دیا ہے۔ چنانچہ وہ سیدھا پنجاب پہونچا اور سکندر اعظم کو مگدھ پر حملہ کرنے کی دعوت دی۔ سکندر کا بہت دل چاہا کہ پورے شمالی ہند کو فتح کرے اور مگدھ کی ریاست کو اپنا باجگذار بنائے لیکن اسکی سپاہ متواتر جنگوں سے تھک کر چور ہوگئی تھی اسلئے سکندر نے یونان واپس جانے کا ارادہ کرلیا۔ جب سکندر چلا گیا تو چندر گپت نے پنجاب کی مغربی سرحد کے علاقے میں ایک فوج بھرتی کی اور اس کو وہی اصول جنگ سکھائے جو اس نے خود اپنی آنکھوں سے یونانی فوج کو برتتے ہوئے دیکھے تھے۔ اس طرح اس نے ایک اپنی چھوٹی سی ریاست قائم کرنے کا ڈول ڈالا۔

چانکیہ

اس زمانے میں جب کہ چندر گپت موریا پنجاب کی مغربی سرحد پر اپنی ریاست قائم

کرنے کی فکر میں تھا، اس کے پاس مگدھ کا ایک برہمن پہونچا جس کا نام چانکیہ تھا۔ اس کو مگدھ کے دربار میں پہلے بہت بڑا مرتبہ اور عزت حاصل تھی لیکن کسی وجہ سے راجا اس سے ناخوش ہوگیا اور اس کو جلا وطن کردیا۔ چانکیہ گھومتا گھامتا چندرگپت موریا کے پاس پہونچا۔ اس نے چندرگپت کو یہ بات سمجھائی کہ مگدھ کے راجا سے عام طور پر رعایا ناخوش ہے۔ اگر ہم مگدھ پر حملہ کردیں تو میں یقین دلاتا ہوں کہ وہاں کی رعایا ہمارے ساتھ ہو جائے گی۔ چندرگپت کو اپنی تازہ دم فوج پر بھروسہ تھا۔ چنانچہ اس نے مگدھ پر حملہ کردیا اور وہاں کے راجا کو شکست دیکر خود مگدھ کے تخت و تاج کا مالک بن گیا۔

ہندوستان کا پہلا شہنشاہ

چندرگپت موریا نے راجا ہونے کے بعد چانکیہ کو اپنا وزیر مقرر کیا۔ وہ اس کا بڑا احسان مانتا تھا کیونکہ اس کے مشورہ سے اسے مگدھ کا راج

حاصل ہوا تھا۔

چندر گپت نے چانکیہ کے مشورے سے اپنی ریاست کا انتظام درست کیا۔ اس نے سات لاکھ فوج بھرتی کی جس کی بدولت اس نے شمالی اور وسط ہند کی سب چھوٹی ریاستوں کو فتح کرکے مگدھ میں شامل کرلیا۔ قدیم ہند کی تاریخ میں چندر گپت موریا پہلا شہنشاہ گذرا ہے۔ اس سے پہلے کسی راجا نے اتنے بڑے علاقے پر حکومت نہیں کی۔ اس نے پاٹلی پتر کو اپنی راج دھانی بنایا اور اس شہر کو خوب ترقی دی۔

سلیوکس سے جنگ اور صلح

سکندر کے مرنے کے بعد سلیوکس نے اس کے مشرقی علاقوں پر اپنی حکومت قائم کی تھی۔ وہ افغانستان اور پنجاب کے ان علاقوں کا دعویدار تھا جو سکندر اعظم نے فتح کئے تھے۔ چنانچہ اس نے پنجاب پر حملہ کردیا۔ دریائے سندھ کو عبور کرکے وہ چاہتا تھا کہ پنجاب پر اپنا تسلط قائم کرے۔ لیکن چندر گپت

موریا نے بڑی بہادری سے اس کے لشکر کا مقابلہ کیا اور اس کو شکست دی۔ سلیوکس نے دب کر صلح کرلی۔ اس نے ریاست مگدھ سے اپنے تعلقات قائم رکھنے کے لئے اپنا ایک سفیر میگاستھنیز نامی پاٹلی پتر میں رہنے کے لئے بھیجا۔

پاٹلی پتر میگاستھنیز کئی سال تک چندر گپت موریا کے دربار میں رہا۔ اس نے اپنی کتاب میں پاٹلی پتر کا حال لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس شہر کا انتظام بہت عمدہ تھا۔ شاہی محل نہایت شاندار اور خوبصورت چیزوں سے آراستہ تھا۔ شہر پاٹلی پتر کے چاروں طرف فصیل تھی جس میں ۶۴ دروازے تھے۔ ان دروازوں پر کروڑ گیری کا انتظام تھا۔ شہر کا اندرونی انتظام پانچ پنچایتوں کے سپرد تھا جو راجا کے تحت ہوتی تھیں۔

وفات چندر گپت موریا نے چوبیس سال نہایت شان و شوکت سے حکومت کی

اس کی وفات پر اس کا بیٹا بندوسار جانشین ہوا۔ اس نے بھی اپنے باپ کے انتظامات کو قائم رکھا۔ بندوسار کے بعد اس کا بیٹا اشوک ریاست مگدھ کے تخت و تاج کا مالک ہوا۔

مشق کے سوالات

(۱) ہندوستان کا پہلا شہنشاہ کون ہوا ہے؟ اس نے اپنی ریاست کو کس طرح وسیع کیا؟

(۲) چندرگپت موریا اور سلیوکس کی لڑائی کا کیا نتیجہ نکلا۔

(۳) میگاستھینیز نے اپنی کتاب میں پاٹلی پتر کے متعلق کیا حال بیان کیا ہے۔

ضروری تاریخیں

چندرگپت موریا کا عہد حکومت — ۳۲۲ء ق م تا ۲۹۷ء ق م

سلیوکس کا حملہ — ۳۰۵ء ق م

چوتھا باب

اشوک اعظم

اشوک کی تخت نشینی اشوک کا باپ بندو سار چاہتا تھا کہ اس کے بعد بجائے اشوک کے اس کا دوسرا بیٹا تخت و تاج کا مالک ہو لیکن اس کی وفات پر اشوک نے فوجی سرداروں کو اپنے ساتھ ملا لیا اور اپنے بھائی کے خلاف جنگ کی۔ اشوک ٹکسلا اور اجین کا حاکم رہ چکا تھا اس لئے ان علاقوں میں بھی اس کی حمایت

کرنے والے موجود تھے۔ اشوک نے اپنے بھائی کو شکست دی اور خود تخت و تاج کا مالک بنا۔

کلنگ کی فتح

راج پاٹ سنبھالنے کے بعد اشوک نے ریاست کلنگ پر جو اوڑیسہ کے جنوبی حصے میں واقع تھی فوج کشی کی۔ تین سال تک جنگ کا سلسلہ برابر جاری رہا۔ دونوں طرف سے ایک لاکھ آدمی کے قریب ہلاک ہوئے۔ اگرچہ اشوک نے فتح پائی اور کلنگ کو اپنی حکومت میں شامل کرلیا لیکن اس قتل و خون کے منظر کا اس کی طبیعت پر بہت اثر ہوا۔ اس نے عہد کیا کہ آئندہ کبھی جنگ نہیں کرونگا۔ وہ آخر عمر تک اس عہد پر قائم رہا۔

اشوک کا بدھ مت قبول کرنا

اشوک کی طبیعت میں جنگ کلنگ کے بعد سے زبردست تبدیلی پیدا ہوگئی تھی۔ وہ لوگوں کے ساتھ مہربانی کا برتاؤ کرنے لگا۔ اسی زمانے میں ایک بدھ بھکشو کے اثر سے اس نے
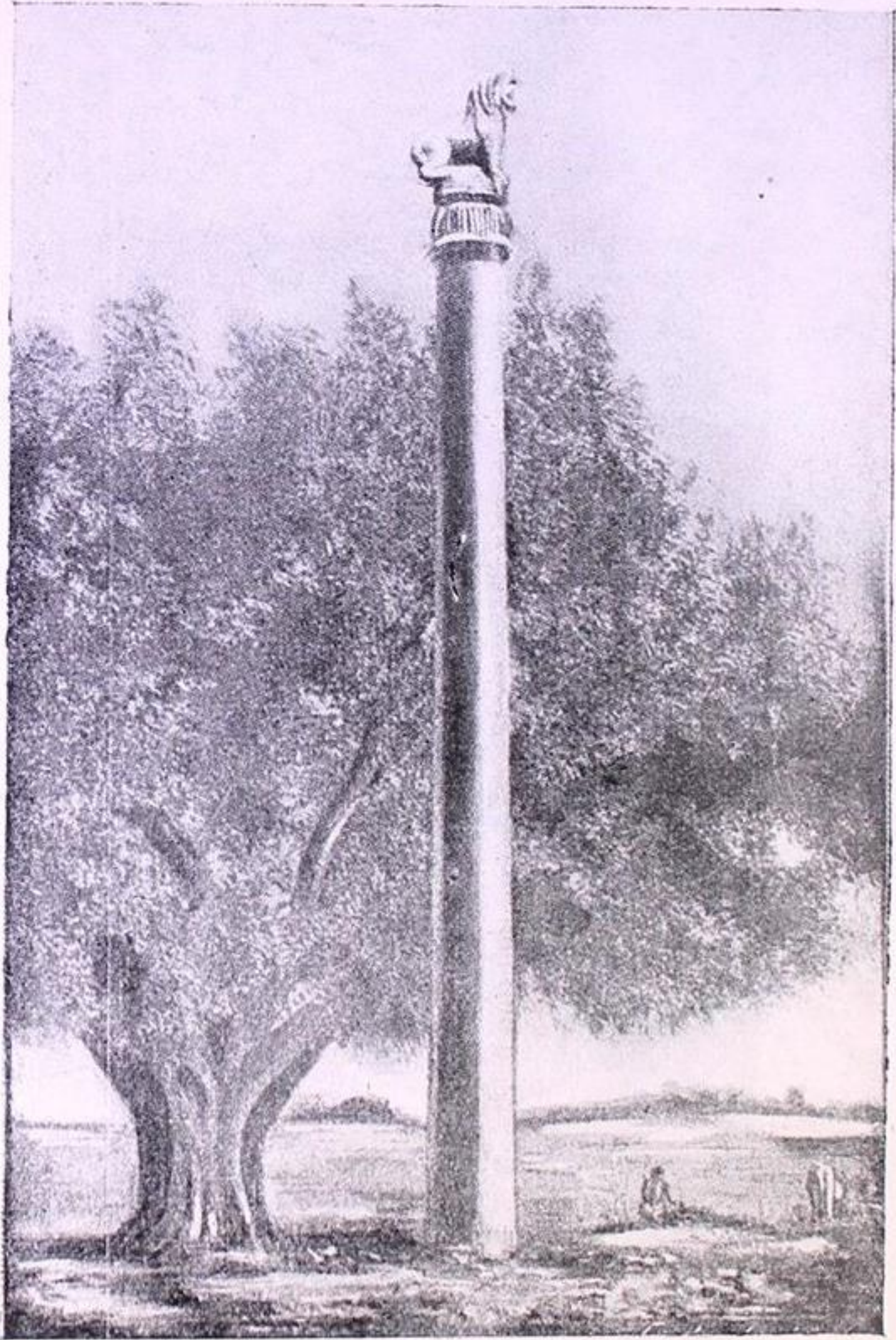
اشوک کی لاٹ

مطبوعہ آعظم اسٹیم پریس

مطبوعہ اعظم سٹیم پریس
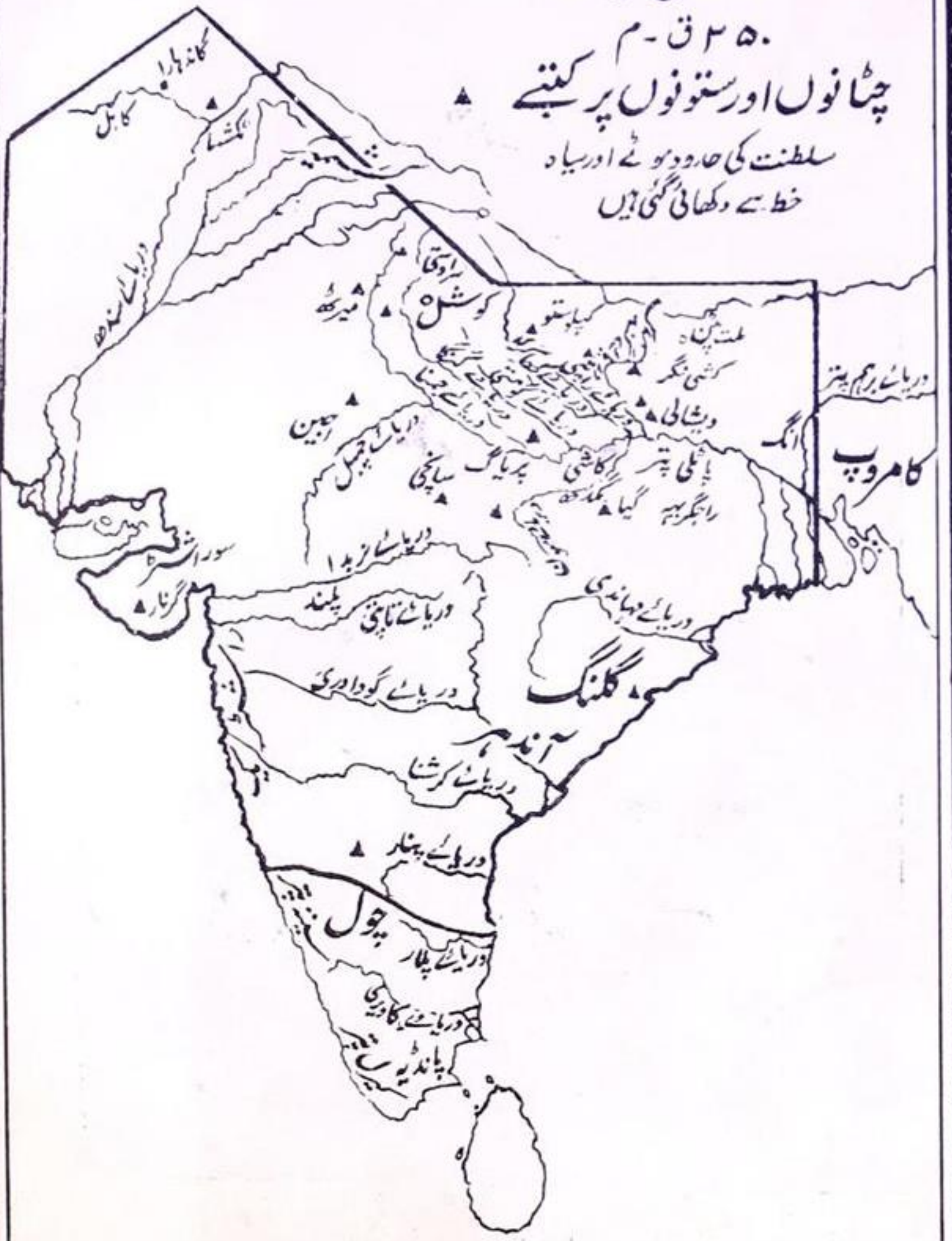
بدھ مت قبول کرلیا۔ اس نے ہندوستان کے ہر گوشے میں اور بیرونی ملکوں میں بدھ مت کے پرچار کرنے والے روانہ کئے۔ اس نے اپنے گرو کے ساتھ بدھ کی تیرتھوں کا سفر کیا اور اسٹوپ بنوائے اور لاٹھیں کھڑی کیں۔ اس کا ایک بیٹا بھکشو اور بیٹی بھکشنی ہوگئی۔ وہ دونوں لنکا کو بدھ مت کے اصول کا پرچار کرنے کے لئے روانہ ہوگئے۔

اشوک کے کتبے اشوک نے بدھ مت کے اصول جگہ جگہ کھمبوں اور چٹانوں پر کھدوا دئے تاکہ رعایا کو ان کے متعلق واقفیت حاصل ہو۔ ان تحریروں میں نیکی کرنے۔ سچ بولنے۔ رحم کرنے۔ نوکروں چاکروں سے اچھا برتاؤ کرنے اور قناعت وکفایت شعاری پر عمل کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔

انتظام ملک اشوک نے ملک کے ہر گوشہ میں دوا خانے بنوائے جہاں انسانوں اور جیوانوں کے علاج کا انتظام تھا اور دوائیں مفت

تقسیم کی جاتی تھیں۔ مسافروں کی سہولت کے لئے سڑکوں پر کنوئیں اور سرائیں بنوائیں اور آب پاشی کے لئے نہریں کھدوائیں۔ اس نے اپنے عہدہ داروں کو حکم دے رکھا تھا کہ وہ رعایا کی ہر قسم کی شکایتوں کو دور کریں اور کوئی زبر دست کسی غریب پر ظلم نہ کرنے پائے۔ اس کی ریاست کے مختلف صوبوں پر شاہی خاندان کے راجکمار حکومت کرتے تھے۔ انھیں مشورہ دینے کے لئے اشوک نے تجربہ کار وزیر مقرر کر دئے تھے۔ جنوبی صوبوں کے حاکم اپنے اندرونی انتظام میں بالکل آزاد تھے لیکن اشوک کی برتری تسلیم کرتے تھے۔

اشوک کے جانشین

اشوک نے بڑی مستعدی کے ساتھ تیس سال حکومت کی۔ اسکے جانشینوں میں کوئی ایسا قابل شخص نہیں ہوا جو اس کی وسیع سلطنت کو سنبھال سکتا۔ اس کے مرنے کے بعد پاٹلی پتر کی گدّی پر پانچ راجا بیٹھے لیکن ان میں سے کسی نے بھی شہرت نہیں حاصل

کی۔ اشوک کے بعد موریا خاندان کا زوال شروع ہوگیا اور صوبوں کے حاکم خود مختار ہوگئے۔

مشق کے سوالات

(۱) اشوک کی فتح کلنگ کے متعلق تم کیا جانتے ہو۔

(۲) اشوک کے بدھ مت قبول کرنے کا حال بتاؤ اور واضح کروکہ اس نے مذہب کو پھیلانے کیلئے کیا تدابیر اختیار کیں۔

(۳) اشوک کے عہد حکومت میں ملکی انتظام کی کیا حالت تھی۔ اس کے رفاہ عام کے کاموں کا حال بتاؤ۔

(۴) ہندوستان کا ایک نقشہ کھینچکر اس میں اشوک کی حدود حکومت واضح کرو۔

ضروری تاریخیں

اشوک کا عہد حکومت ۲۷۳ ق م تا ۲۳۲ ق م

کلنگ کی فتح ۲۶۱ ق م

پانچواں باب

اندھرا یا ستواہن خاندان

اندھرا لوگ اندھرا لوگ دراوڑی نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔ قدیم زمانے سے یہ لوگ دریائے کرشنا اور گوداوری کے دہانوں کے درمیان آباد تھے۔ جس زمانے میں شمالی ہند میں مگدھ کی ریاست کو عروج حاصل ہوا اس وقت اندھر لوگوں کی اپنی ریاست موجود تھی۔ اشوک اعظم کے عہد حکومت میں اندھرا ریاست مگدھ کی باجگذار بن گئی۔

اندھرا کی خود مختاری

اشوک اعظم کی وفات کے بعد جب پاٹلی پتر کی مرکزی حکومت کمزور ہوگئی تو اندھرا خاندان خود مختار ہوگیا۔ اندھرا خاندان کو ستواہن خاندان بھی کہتے ہیں۔ ستواہن برہمنوں کا ایک گوت تھا۔ پُرانوں میں جو ہندوؤں کی قدیم مقدس کتابیں ہیں اس خاندان کے تیس راجاؤں کے نام درج ہیں۔

گوتم پتر

اس خاندان کے راجاؤں میں گوتم پتر سب سے زیادہ مشہور ہوا ہے۔ وہ بڑا بہادر اور منتظم راجا تھا۔ اس نے ملک میں اچھا انتظام قائم کیا اور رعایا کی آسائش کا خیال رکھا۔ اس نے مالوہ اور مہاراشٹر کے علاقے فتح کرکے اپنے راج میں شامل کئے۔ اسی زمانے میں وسط ہند اور مالوہ پر ساکا قوم کے حملے شروع ہوگئے تھے۔

ساکا قوم

ساکا لوگ وسط ایشیا کے رہنے والے تھے۔ ان کے گروہ مغربی اور

وسط ہند کی طرف حملہ آور ہو رہے تھے۔ گوتم پتر نے ساکا لوگوں کو سخت شکست دی اور وسط ہند اور مالوہ میں ان کے بڑھتے ہوئے ریلے کو روک دیا۔ لیکن اس کے مرنے کے بعد اندھرا خاندان کے کمزور راجاؤں کے عہد حکومت میں ساکا قوم وسط ہند اور مالوہ پر چھا گئی اور وہاں اپنی حکومت قائم کی

گوتم پتر بڑا اقبال مند راجا ہوا ہے۔ اس کی حکومت خلیج بنگال سے لے کر بحیرۂ عرب تک پھیلی ہوئی تھی۔ شمال میں بندھیاچل کے پہاڑی سلسلے سے لے کر جنوب میں ٹراونکور تک اس کا سکہ چلتا تھا۔ پیٹھان (پٹن) اس کا صدر مقام تھا۔ یہ شہر ضلع اورنگ آباد میں آج بھی ایک چھوٹا سا قصبہ ہے۔ اس زمانے میں یہ شہر تجارت کی بڑی منڈی تھی جہاں ملک کے ہر حصے سے بیوپاری لوگ آیا کرتے تھے۔

تجارت اور جہاز رانی

اندھرا لوگ بڑے اچھے جہاز راں تھے۔ اندھرا

خاندان کے راجاؤں کے سکوں پر جہازوں کی تصویریں کندہ ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ لوگ سمندر کے راستے سے دوسرے ملکوں سے تعلق رکھتے تھے۔ اندھرا خاندان کے راجاؤں نے سونے۔ چاندی اور تانبے کے سکے رائج کیے ہندوستان سے چین اور روما کو گرم مسالا۔ ہیرے موتی۔ روئی اور ریشم بھیجے جاتے تھے۔ ان کے عوض سونا۔ اون اور دھاتیں حاصل کی جاتی تھیں

راجاؤں کی رواداری

اندھرا راجاؤں نے برہمنی مذہب کو خوب ترقی دی ان کے عہد حکومت میں دکن میں بدھ مت کے مقابلے میں ہندو مذہب کو زیادہ مقبولیت حاصل ہوئی۔ یہ شیو کے پجاری تھے۔ لیکن جو بدھ لوگ ان کی ریاست میں آباد تھے ان کے ساتھ رواداری برتتے تھے۔ بعض اوقات مختلف ذاتوں میں آپس میں شادی بیاہ ہوتا تھا لیکن عام طور پر بہت کم۔ آہستہ آہستہ ذات پات کے بندھن

مضبوط ہوتے گئے۔

اندھرا خاندان کا زوال اور ساکا قوم کے حملے

اندھرا خاندان کے آخری راجاؤں کے عہد حکومت میں ملکی انتظام میں خرابیاں پیدا ہونے لگیں۔ وسط ایشیا کی ساکا قوم کے حملے اس زمانے میں پنجاب، گجرات، وسط ہند اور مالوہ پر شروع ہو گئے تھے۔ ان حملہ آوروں نے ہندو دھرم اختیار کرلیا اور وہ مختلف ذاتوں میں ضم ہو گئے۔

مشق کے سوالات

(۱) اندھرا یا ستواہن خاندان کب خود مختار ہوگیا۔

(۲) گوتم پتر کے عہد حکومت کے متعلق تم کیا جانتے ہو۔

(۳) اندھرا راجاؤں کے عہد کی تہذیب و تمدن کا حال بتاؤ۔

ضروری تاریخیں

اندھرا خاندان کی خود مختاری	۲۲۰ ق م

گوتم پتر کا عہد حکومت سنہ ۱۰۵ء تا سنہ ۱۳۸ء
اندھرا خاندان کا زوال سنہ ۲۰۰ء تا سنہ ۲۲۵ء

چھٹا باب

راجا کنشک

ایشیا کی یونانی ریاستوں کا زوال

تم اوپر پڑھ چکے ہو کہ سکندراعظم کی وفات کے بعد اس کے ایشیائی مقبوضات پر سلیوکس نے اپنے خاندان کی حکومت قائم کرلی تھی۔ کچھ عرصے بعد اس حکومت کے دو ٹکڑے ہوگئے۔ ان دونوں میں لڑائی رہا کرتی تھی۔ ان کی کمزوری سے فائدہ اٹھاکر وسط ایشیا کے

ساکا اور یوچی قبائل نے ترکستان اور افغانستان پر قبضہ کرلیا۔ یہ قبائل بالکل وحشی تھے۔ اپنی قوت بازو سے انھوں نے یونانی حکومتوں کو شکست دی اور اپنا راج قائم کیا۔

کنشان خاندان

وسط ایشیا کی یوچی قوم کا ایک قبیلہ تھا جس کا نام کشان تھا۔ اس قبیلہ نے اپنے خانہ بدوش ساتھیوں کو منظم کرکے ایک زبردست حکومت کی بنا ڈالی۔ کشان خاندان کی حکومت افغانستان اور پنجاب پر قائم ہوگئی اور رفتہ رفتہ دوسرے علاقوں پر بھی انہوں نے قبضہ کرنا شروع کیا۔

کنشک

کشان خاندان کا سب سے بڑا بادشاہ کنشک تھا۔ اس کے تخت نشین ہونے سے پہلے شمال مغربی ہندوستان کے وسیع علاقے کشان ریاست کے تحت آچکے تھے۔ لیکن کنشک کے زمانے میں اس ریاست کو اور زیادہ وسعت حاصل ہوئی۔ کنشک نے کشمیر اور چینی ترکستان کو

فتح کیا اور وسط ہند اور دکن کو اپنی وسیع حکومت میں شامل کرلیا۔ اس کا پایۂ تخت پیشاور (پورش پور) تھا۔

حدودِ مملکت اس کی حکومت مشرق میں پاٹلی پتر تک اور جنوب میں دریائے کرشنا تک پھیلی ہوئی تھی۔ اس کی شمالی سرحد کوہستان التائی کو چھوتی تھی۔ اتنی بڑی سلطنت پر کنشک نے نہایت شان و شوکت کے ساتھ پینتالیس سال حکومت کی۔

کنشک کا مذہب کنشک بدھ مت کا پیرو تھا۔ اشوک اعظم کی طرح کنشک نے بدھ مت کی اشاعت کے لئے بہت کوشش کی۔ اس نے اپنے پایہ تخت میں ایک مجلس منعقد کی جس میں دُور دُور سے بدھ علماء کو بلا کر شریک کیا۔ کنشک نے بدھ مت کی اشاعت کیلئے چین۔ جاپان اور وسط ایشیا میں اپنے دھرم پرچارک روانہ کئے۔

علم و فن کی قدردانی کنشک علم و فن کا قدردان

تھا۔ اس کے دربار میں بڑے بڑے عالم لوگ جمع رہتے تھے۔ کنشک کو فن تعمیر سے بھی بہت دلچسپی تھی۔ اس نے ٹکسلا اور متھرا میں خوبصورت مندر اور محل تعمیر کرائے۔ سانچی کی خانقاہ (اسٹوپ) اس کے عہد حکومت میں تعمیر ہوئی تھی جو آج بھی موجود ہے۔

جانشین کنشک کے بعد اس کا بیٹا ہوشک اسکی وسیع حکومت کا مالک ہوا۔ اس نے اپنی سلطنت میں امن و انتظام قائم رکھا۔ اسکے جانشینوں نے رفتہ رفتہ برہمنی مذہب قبول کرلیا۔ کشان خاندان کے زوال پر شمالی ہند میں گپت خاندان کی حکومت قائم ہوئی جس نے شمال مغربی ہند کو غیر ملکی اثر سے آزاد کرایا۔

مشق کے سوالات

(۱) کشان خاندان کی حکومت کس طرح قائم ہوئی۔

(۲) کنشک کی ریاست کی حدود بتاؤ۔

(۳) کنشک نے بدھ مت کی اصلاح اور ترقی کے لئے کیا تدبیریں اختیار کیں۔

(۴) کنشک کے عہد حکومت میں تہذیب و تمدن کی ترقی کا حال بتاؤ۔

ضروری تاریخیں

وسط ایشیا پر ساکا اور یوچی قبائل کے حملے	سنہ ۱۵۰ ق م تا سنہ ۸۰ ق م
کنشک کا عہد حکومت	سنہ ۱۲۰ء تا سنہ ۱۶۵ء

ساتواں باب

گپت خاندان

گپت خاندان کا بانی	گپت خاندان کا بانی اودھ کا سردار چندر گپت تھا۔

اس نے اپنی تدبیر اور قابلیت سے اپنی قوت بڑھائی اور مگدھ اور اودھ کے علاقوں پر اپنا راج قائم کیا۔ اس کی وفات پر اس کا بیٹا سمدر گپت اس کی ریاست کا مالک ہوا۔

سمدر گپت

سمدر گپت بڑا منچلا اور حوصلہ مند تھا۔ اس کی حکومت کا زیادہ زمانہ نئے علاقوں کو فتح کرنے اور اپنے راج کے حدود وسیع کرنے میں گزرا۔ پہلے اس نے وادیٔ گنگا کی چھوٹی چھوٹی ریاستوں کا خاتمہ کیا اور اس کے بعد کلنگ۔ اندھرا اور مہاراشٹر کے علاقوں کو اپنا باجگذار بنایا۔ دکن سے واپسی پر اس نے اشومیدہ یگ یعنی گھوڑے کی قربانی کی رسم ادا کی جس کا منشا یہ ظاہر کرنا تھا کہ اب ہندوستان بھر میں اس سے بڑا راجا کوئی نہیں۔ اس نے چکرورتن (شہنشاہ) کا لقب اختیار کیا۔

سمدر گپت	**چندر گپت بکرماجیت کی فتوحات**

کے بعد اس کا بیٹا چندر گپت دوم راج پاٹ کا
مالک ہوا۔ وہ بھی اپنے باپ کی طرح بڑا حوصلہ مند
بہادر اور خوش تدبیر راجا تھا۔ اس زمانے میں
مغربی ہندوستان ۔ کاٹھیاواڑ۔ گجرات اور
مالوہ میں ساکا قوم کے راجا حکومت کرتے تھے۔
چندر گپت دوم نے ارادہ کرلیا تھا کہ ان راجاؤں
کی ریاستوں کو اپنی حکومت میں ضم کرکے چھوڑونگا۔
چنانچہ پہلے اس نے دکن کے راجا سے اتحاد پیدا
کیا اور اپنی لڑکی اس کو بیاہ دی۔ یہ اس نے
اس واسطے کیا کہ جب وہ مالوہ پر حملہ آور ہو تو
دکن کا راجا وہاں کے راجا کی حمایت نہ کرے۔
چند سال کے اندر اس نے مالوہ۔ گجرات۔ کاٹھیاواڑ
اور سندھ پر قبضہ کرلیا۔ اس نے اُجین کو اپنی
راج دھانی بنایا۔

فتوحات ختم کرنے کے بعد اس نے بکرماجیت
کا لقب اختیار کیا جس کے معنی ہیں "بہادری
کا آفتاب"۔ اس کی ریاست کی مشرقی سرحد

شمالی برما تھی ۔ جنوب میں دکن تک اور مغرب میں سمندر تک اس کی حکومت تھی ۔ چندر گپت بکرماجیت نے اپنی وسیع ریاست میں امن و امان قائم کیا اور نہایت عمدہ انتظامات کئے ۔

فاہیان فاہیان ایک چینی سیاح تھا جو بدھ مت کی یاتراؤں کی زیارت کرنے کی غرض سے چندر گپت بکرماجیت کے عہد حکومت میں ہندوستان آیا تھا ۔ اس نے اس ملک کی تمام بڑی بڑی بدھ یاتراؤں کی زیارت کی ۔ وہ اپنے سفر نامہ میں لکھتا ہے کہ پاٹلی پتر ایک بارونق شہر ہے ۔ یہاں بڑی خانقاہیں ہیں جن میں بھکشو لوگ رہتے اور تعلیم و تلقین کرتے ہیں ۔ ان کے وعظ سننے کے لئے دور دور سے لوگ آتے ہیں ۔ پاٹلی پتر میں آدمیوں اور جانوروں کے لئے دواخانے ہیں جہاں مفت دوا تقسیم کی جاتی ہے ۔ ملک میں ہر جگہ امن و امان قائم ہے اور رعایا خوش وخرم زندگی بسر کرتی ہے ۔

بکرما جیت چندر گپت

مطبوعہ آعظم اسٹیم پریس

علم و فن کی ترقی

چندر گپت بکر ماجیت علم و فن کا بڑا قدر داں تھا۔ اس کے عہد میں سنسکرت زبان اور ادب کو انتہائی ترقی نصیب ہوئی جس کی مثال کسی اور زمانے میں نہیں ملتی۔ اس کے دربار کے نورتن مشہور ہیں۔ ان میں سے ہر ایک اپنے فن میں کمال رکھتا تھا۔ لیکن شاعر کالیداس کی طرح ان میں سے کسی کو شہرت حاصل نہیں ہوئی۔ شکنتلا اس کا نہایت مشہور ناٹک ہے۔

چندر گپت بکر ماجیت کو سنگ تراشی اور مصوری کا بہت شوق تھا۔ اس کے عہد حکومت کی سنگ تراشی کے اعلیٰ نمونے آج تک موجود ہیں۔ اس عہد کے کاریگر لوہے۔ تانبے اور دوسری دھاتوں سے نہایت عمدہ قسم کی چیزیں بناتے تھے۔ اس زمانے کی ڈھالی ہوئی بعض لاٹھیں اب تک موجود ہیں جن میں مختلف دھاتوں کی ایسی آمیزش کی گئی ہے کہ ڈیڑھ ہزار برس بعد بھی ان پر کہیں زنگ نہیں لگا۔

چندر گپت دوم کے جانشین۔ چندر گپت دوم (بکرماجیت) کے جانشینوں میں کمار گپت اور سکند گپت کے نام قابل ذکر ہیں۔ سکند گپت کے عہد حکومت میں شمال مغرب سے ہنوں کے حملے شروع ہو گئے تھے۔ یہ لوگ سائبیریا کے رہنے والے تھے۔ ترکستان اور افغانستان کی ریاستوں کو تباہ و برباد کرنے کے بعد انھوں نے ہندوستان کی طرف رخ کیا۔ یہ بالکل وحشی تھے۔ ان کے حملوں سے گپت خاندان کی ریاست ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔

مشق کے سوالات

(۱) گپت خاندان کا بانی کون تھا؟

(۲) سمدر گپت کی فتوحات کا حال بیان کرو۔

(۳) فاہیان کون تھا؟ اس نے ہندوستان کے متعلق کیا حالات بیان کئے ہیں؟

(۴) چندر گپت بکرماجیت کے عہد حکومت میں علوم وفنون کو

جو ترقی ہوئی اس کا حال بیان کرو۔

(۶) ہندوستان کا ایک نقشہ کھینچ کر اس میں چندر گپت بکرماجیت کی حدود حکومت واضح کرو۔

ضروری تاریخیں

سمدرگپت کا عہد حکومت ۳۳۵ء تا ۳۷۵ء

چندرگپت بکرماجیت کا عہد حکومت ۳۷۵ء تا ۴۱۵ء

آٹھواں باب

راجا ہرش وردھن

وردھن خاندان

گپت خاندان کے زوال کے بعد ہندوستان میں چھوٹی چھوٹی ریاستیں قائم ہوگئی تھیں۔ ان میں ایک تھانیسر کی ریاست

تھی جس کا بانی بھاکروردھن نامی ایک سردار تھا۔ اس نے دہلی کے قریب کے علاقوں کو فتح کرکے اپنی حکومت میں شامل کرلیا اور ہُنوں کو اس طرف نہیں بڑھنے دیا۔ اس کے دو لڑکے تھے۔ راج وردھن بڑا تھا اور ہرش وردھن چھوٹا۔ ایک لڑکی تھی جس کا نام راجیشری تھا۔ اس کی شادی قنوج کے راجا سے ہوئی تھی۔ بھاکروردھن کی وفات پر اس کا بڑا لڑکا راج وردھن راج پاٹ کا مالک ہوا۔

راج وردھن

راج وردھن کی حکومت بہت دنوں تک نہیں رہی۔ اس کے تخت نشین ہونے کے بعد مالوہ کے راجا نے قنوج کے راجا کے خلاف فوجکشی کردی۔ قنوج کا راجا لڑائی میں مارا گیا اور اس کی رانی راجیشری کو مالوہ کا راجا گرفتار کرکے لے گیا۔ راج وردھن نے اپنی بہن کو قید سے رہائی دلانے اور بہنوئی کا بدلہ لینے کے لئے مالوہ پر حملہ کردیا۔ مالوہ کے راجا کو شکست دیکر

اس نے اپنی بہن راجیشری کو قید سے چھڑایا۔ جب راج وردھن شمالی ہند واپس ہو رہا تھا تو بنگال کے راجا نے اس پر حملہ کر دیا۔ راج وردھن جنگ میں مارا گیا اور اس کی فوج تتر بتر ہو گئی۔

ہرش وردھن

اپنے بھائی کے جنگ میں مارے جانیکے بعد ہرش وردھن نے راج پاٹ سنبھالا۔ گدی پر بیٹھنے کے بعد اس نے پہلا کام یہ کیا کہ اپنی بہن راجیشری کی تلاش میں نکلا۔ وہ اپنی فوج سمیت وندھیاچل کے پہاڑوں میں راجیشری کو ڈھونڈتا پھرتا تھا کہ بالآخر اس کی تمنا برآئی۔ راجیشری یہ ارادہ کر چکی تھی کہ اگر کچھ عرصے تک کوئی اس کی مدد کو نہ آیا تو وہ آگ میں جل کر بھسم ہو جائے گی۔ لیکن پیشتر اس کے کہ وہ اپنے ارادہ کو عمل میں لاتی ہرش خود اس کے پاس پہونچ گیا۔

راجیشری

راجیشری نے اپنے شوہر کا قنوج کا راج اپنے بھائی کے سپرد کر دیا۔

وہ بڑی عقلمند عورت تھی۔ ہرش بغیر اس کے مشورہ کے کوئی کام نہیں کرتا تھا۔ راجیشری اپنے بھائی کو ملکی انتظامات کے نہایت پیچیدہ معاملوں میں صحیح مشورے دیا کرتی تھی۔

ہرش کی فتوحات

ہرش بڑا بہادر اور حوصلہ مند راجا تھا۔ اس نے ایک زبردست فوج کی تنظیم کی۔ اس کے پاس پانچہزار ہاتھی تھے۔ سواروں کی تعداد ایک لاکھ تھی اور پیدل فوج کی ۵۰ ہزار۔ تخت نشینی کے بعد چھ سال تک وہ مختلف علاقوں پر فوج کشی کرتا رہا۔ سب سے پہلے اس نے بنگال کے راجا کو شکست دی۔ پھر اس کے بعد نیپال کے راجا کو اپنا باجگذار بنایا۔ کاٹھیاواڑ۔ گجرات اور مالوہ کے راجاؤں نے بھی اس کی برتری کو مان لیا۔

دکن کے راجا پلاکیشن دوم سے لڑائی

ہرش کی یہ دلی خواہش تھی کہ دکن کے راجا کو بھی اپنا باجگذار بنائے۔ چنانچہ

اس نے دکن پر فوج کشی کی تیاری شروع کردی۔
اس زمانے میں دکن میں چلوکیہ خاندان کا راجا
پلاکیشن دوم حکمران تھا۔ وہ بڑا قابل اور بہادر
راجا تھا۔ اس نے جنوبی ہند کی ریاستوں سے اپنا
لوہا منوایا۔ اس زمانے میں نربدا کے شمال میں
راجا ہرش کی جو حیثیت تھی وہی حیثیت پلاکیشن دوم
کی نربدا کے جنوب میں تھی۔ جب پلاکیشن دوم
کو ہرش کے ارادہ کا علم ہوا تو اس نے پہلے سے
مقابلہ کی پوری تیاری کرلی۔ ہرش کا دکنی افواج
سے دریائے نربدا پر مقابلہ ہوا۔ دریا کے ایک
طرف ہرش کی فوج پڑاؤ ڈالے پڑی تھی اور دوسری
جانب پلاکیشن کی فوج تھی۔ ہرش نے کئی دفعہ
دریا کو پار کرنے کی کوشش کی لیکن دکنی افواج
نے اس کو کامیاب نہ ہونے دیا۔ بالآخر مجبور ہوکر
ہرش نے پلاکیشن دوم سے مصالحت کرلی اور
دریائے نربدا حسب سابق دونوں راجاؤں کی
سرحد قرار دیا گیا۔ دکن سے واپسی پر ہرش نے

ملک کے اندرونی انتظام کی طرف توجہ کی۔ اس نے قنوج کو اپنی راجدھانی بنایا اور اس شہر کو بڑی رونق دی۔

ہیون سانگ

ہرش کے عہد حکومت میں مشہور چینی سیاح ہیون سانگ ہندوستان آیا۔ وہ ہندوستان میں پندرہ سال رہا۔ اس نے اس ملک کے مختلف حصوں میں بدھ یاتراؤں کی زیارت کے لئے سفر کیا۔ ہرش نے اس کے اعزاز میں ایک مجلس منعقد کرائی جس میں بڑے بڑے بدھ عالموں اور برہمنوں نے شرکت کی۔ ہرش خود بھی اس مجلس کے بحث مباحثوں میں شریک رہا۔ اس کی فرمائش پر ہیون سانگ نے بدھ مت کے متعلق مجلس میں وعظ کہے جو بہت پسند کئے گئے۔ ہیون سانگ نے اپنے سفرنامہ میں لکھا ہے کہ ہرش اگرچہ شیوجی کا پجاری تھا لیکن مہاتما بدھ سے بھی عقیدت رکھتا تھا۔

کا میلہ

ہر پانچویں سال اس کے حکم سے

گنگا جمنا کے سنگم پر پریاگ (الہ آباد) میں ایک بڑا میلہ لگا کرتا تھا جس میں شریک ہونے کے لئے دُور دُور سے لوگ آتے تھے۔ اس موقع پر راجا ہرش سال بھر کی جمع کی ہوئی دولت خیرات کر دیتا تھا۔ اس میلہ میں صنعتی نمائش بھی ہوتی تھی۔ دُور دُور سے دست کار لوگ اپنی بنائی ہوئی چیزیں فروخت کرنے کو لاتے تھے۔ سونے۔ چاندی اور مختلف دھاتوں کے سامان کے علاوہ ریشمی کپڑوں کی دوکانیں پھونس کے بنگلوں میں لگائی جاتی تھیں۔ آج کل بھی کمبھ کا میلہ اس میلہ کی یادگار ہے جس کی ابتدا راجا ہرش کے زمانے میں ہوئی تھی۔

جامعہ نالندہ ہیون سانگ جامعہ نالندہ میں جاکر خود رہا اور وہاں کے عالموں سے استفادہ کیا۔ اس جامعہ میں دس ہزار طلبہ تعلیم پاتے تھے۔ ان کے رہنے کے لئے حجرے بنے ہوئے تھے۔ حکومت کی طرف سے جامعہ کے لئے

سو گاؤں وقف تھے جن کی آمدنی سے اس کے سارے اخراجات چلتے تھے۔

ملکی انتظام

ہیون سانگ نے اپنے سفرنامہ میں لکھا ہے کہ ملک کا انتظام اُس زمانے میں بہت عمدہ تھا۔ رعایا خوش و خرم تھی۔ کسی غریب آدمی پر بھی کوئی شخص ظلم زیادتی نہیں کرسکتا تھا۔ راجا کے عہدہ دار دادرسی کے لئے ہر گاؤں میں موجود رہتے تھے۔ ہرش نے سڑکوں پر دھرم شالے بنوائے جہاں مسافروں کو آرام ملتا اور غریبوں کو کھانا تقسیم کیا جاتا تھا۔ راستے محفوظ تھے۔ سرکاری محصول بہت کم تھے۔ راجا کا حکم تھا کہ سرکاری عہدہ دار ملک کے مختلف حِصّوں میں دورہ کیا کریں تاکہ رعایا کی حالت کا صحیح عِلم ہو سکے۔ راجا ہرش خود بھی دورہ کیا کرتا تھا۔

زوال

راجا ہرش کے کوئی اولاد نہ تھی۔ اسکی وفات پر اس کی وسیع ریاست چھوٹے چھوٹے حصوں میں تقسیم ہوگئی۔ یہ ریاستیں ہمیشہ

آپس میں لڑتی رہتی تھیں جس کے سبب سے ملک میں بدنظمی پھیل گئی۔

مشق کے سوالات

(۱) وردھن خاندان کی ریاست کس طرح قائم ہوئی ؟
اس کا بانی کون تھا ؟
(۲) ہرش کو دکن فتح کرنے میں کیوں ناکامیابی ہوئی ؟
(۳) ہیون سانگ کون تھا ؟ اس نے اپنے سفرنامہ میں ہندوستان کے کیا حالات بیان کئے ہیں ؟
(۴) ۔ اس زمانے میں ملکی انتظام کی کیا حالت تھی ۔
(۵) ہندوستان کا ایک نقشہ کھینچ کر اس میں ہرش کے حدود حکومت واضح کرو۔

ضروری تاریخیں

ہرش کا عہد حکومت	سنہ ۶۰۶ء تا سنہ ۶۴۷ء
ہرش کا دکن پر حملہ	سنہ ۶۳۴ء

نواں باب

راجپوت لوگ

راجپوتوں کی اصلیت

راجپوت ان سنتھین، ساکا اور ہُن لوگوں کی اولاد ہیں ہیں جو وقتاً فوقتاً شمال مغرب سے حملہ آور ہوتے رہے اور پھر اس ملک میں رس بس گئے۔ یہ غیر ملکی قبائل آہستہ آہستہ ہندو سماج کا جزو بن گئے۔ برہمنوں نے انھیں چھتریوں کا مرتبہ دیا۔ قدیم روایتوں کے مطابق راجپوت اپنے آپ کو سورج، چاند، اور اگنی کے دیوتاؤں کی

اولاد بتلاتے ہیں۔ چنانچہ ان میں سورج بنسی۔ چندر بنسی اور اگنی کُل کے خاندان موجود ہیں جنہیں اپنی قدامت پر بڑا فخر ہے۔

پرتیہار خاندان

پرتیہار خاندان کی راجدھانی قنوج تھی۔ اس خاندان کے راجاؤں میں راجا بھوج کو سب سے زیادہ شہرت حاصل ہوئی۔ راجا بھوج نے پنجاب۔ گجرات اور مالوہ پر اپنی حکومت قایم کرلی تھی۔ راجپوتانہ بھی اس کے تحت تھا۔ اس نے بنگال اور دکن کے راجاؤں سے جنگ کی اور ان پر فتح پائی۔ وہ بڑا اقبال مند راجا ہوا ہے۔ اپنے زمانے میں راجپوت راجاؤں میں اس کو سب پر فضیلت حاصل تھی۔

راجا بھوج کے اخلاق واوصاف

راجا بھوج کو رعایا کی بھلائی کا بہت خیال رہتا تھا۔ وہ راتوں کو بھیس بدل کر شہر میں گھومنے نکل جاتا تھا تاکہ اپنی رعایا کی اصلی حالت کا پتہ

٦٩٧

لگائے۔ وہ نہایت فیاض، رحم دل اور اہل ہنر کا قدر دان تھا۔ اس کے دربار میں عالم فاضل لوگ جمع رہتے تھے۔

گہروار خاندان راجا بھوج کے خاندان نے کئی پشت تک قنوج پر حکومت کی۔ راجپوتوں کا گہروار خاندان قنوج میں پرتیہار خاندان کا جانشین ہوا۔ اس خاندان میں راجا جے چند ہوا ہے جس کے عہد حکومت میں محمد غوری نے قنوج کو فتح کیا۔

چوہان خاندان راجپوتوں کا ایک نہایت مشہور خاندان چوہانوں کا تھا۔ یہہ خاندان پہلے مارواڑ کا حکمران تھا۔ اس کے بعد انھوں نے اجمیر کو اپنی راجدھانی بنایا اور دہلی تک کا سارا علاقہ فتح کرکے اپنی ریاست میں شامل کرلیا۔

پرتھوی راج اس خاندان میں راجا پرتھوی راج سب سے مشہور ہوا ہے۔ وہ بڑا

بہادر اور ہمت والا تھا۔ وہ بچپن ہی سے بڑے تن و توش کا اور مضبوط تھا۔ اس کی مردانگی اور حوصلہ مندی کی سارے راجپوتانہ میں دھوم تھی۔ وہ تیر اندازی میں ماہر اور اعلیٰ درجہ کا شہسوار تھا۔ کوئی دوسرا راجا اسکی طرح فن جنگ سے اتنی واقفیت نہیں رکھتا تھا۔

مختلف راجپوت خاندان

راجا ہرش کی ریاست کے ٹکڑے ٹکڑے ہونے کے بعد پورے شمالی ہندوستان میں راجپوت خاندانوں نے اپنی ریاستیں قائم کرلیں۔ پنجاب گجرات۔ میواڑ۔ بندیل کھنڈ اور بنگال میں راجپوتوں کے مختلف خاندان حکومت کرتے تھے۔ ان کی ریاستیں ترکوں کے حملوں تک موجود رہیں۔

راجپوتوں کی خصوصیات

راجپوت لوگ بڑے جری اور بہادر ہوتے تھے۔ وہ قول و قرار کے پکے اور راستباز ہوتے تھے

لیکن ان میں آپس میں ایک دوسرے سے حسد بہت تھا۔ وہ کسی دوسرے کی بڑائی نہیں مانتے تھے۔ ہر راجا یہ سمجھتا تھا کہ اس کے برابر کوئی دوسرا نہیں۔ اسی سبب سے ان میں آپس میں اتحاد نہ پیدا ہو سکا۔

مشق کے سوالات

(۱) راجپوتوں کی اصلیت کے متعلق تم کیا جانتے ہو۔

(۲) راجا بھوج کے اخلاق و اوصاف بیان کرو۔

(۳) پرتھوی راج کون تھا؟

ضروری تاریخیں

راجہ بھوج کا عہد حکومت — سنہ ۶۸۴ء تا سنہ ۶۸۹ء

دہلی کی بنیاد — سنہ ۶۹۹۳ء

(٭)

دسواں باب

ہندوستان میں عربوں اور ترکوں کی آمد

عرب قوم

حضرت محمد صلعم ۵۷۰ عیسوی میں ملک عرب کے شہر مکّہ میں پیدا ہوئے۔ اس زمانے میں اہل عرب انتہائی جہالت اور خانہ جنگی میں مبتلا تھے۔ آپ نے ان کی حالت سدھارنے کی کوشش کی۔ آپ نے انھیں تعلیم دی کہ بت پرستی کو چھوڑ دو اور

ایک خدا کو مانو جو سب کا پیدا کرنے والا ہے۔
آپ کہتے تھے کہ سب انسان آپس میں برابر ہیں۔
اہل عرب نے شروع شروع میں آپ کی بہت مخالفت
کی۔ لیکن تھوڑے دنوں بعد اہل عرب نے آپ کی
تعلیم قبول کرلی۔ آپ نے جس مذہب کی تعلیم دی
وہ اسلام کہلاتا ہے۔ اسلام کی بدولت عربوں میں
ایسی یکجہتی اور اتحاد پیدا ہوگیا کہ چند سال میں
انھوں نے اس زمانے کی سب سے زبردست
سلطنتوں کو فتح کرلیا۔ ایران کے فتح ہونے کے
بعد عربوں کی حکومت کی سرحد ہندوستان سے مِلگئی۔

محمد بن قاسم

اس زمانے میں عربوں کے ہندوستان
سے تجارتی تعلقات قائم ہوگئے تھے۔
اتفاق سے سندھ کے ساحل پر عربوں کے ایک
تجارتی جہاز کو بحری قزاقوں نے لوٹ لیا اور چند
عرب عورتوں اور بچوں کو قید کرلیا۔ اس پر عراق
کے عرب گورنر نے سندھ کے راجا سے بازپرس
کی۔ جب اس نے کوئی اطمینان بخش جواب نہیں دیا

تو اس نے محمد بن قاسم کے تحت چھ ہزار فوج سندھ پر فوجکشی کے لئے روانہ کر دی۔ اس وقت محمد بن قاسم کی عمر صرف سترہ سال تھی۔ وہ بڑا جواں مرد اور مستعد تھا۔ مکران کے راستہ سے وہ سندھ پر حملہ آور ہوا۔ سندھ کے راجا داھر نے جنگ کی لیکن وہ مارا گیا اور اس کے پورے علاقے پر عربوں کا قبضہ ہو گیا۔

رعایا کے ساتھ برتاؤ

محمد بن قاسم بڑا ہوش مند اور قابل حکمران تھا۔ اس نے مالگزاری کے پرانے طریقے کو رائج رہنے دیا۔ قدیم برہمن عہدہ داروں کو برقرار رکھا۔ برہمنوں کے منصب بھی قائم رکھے اور مندروں کی حفاظت کی ذمہ داری لی۔ اس نے محصول بہت کم عاید کئے تاکہ رعایا خوش و خرم رہے۔ سندھ پر عربوں نے تین سو سال حکومت کی۔ جب افغانستان میں ترکوں کا زور ہوا تو انھوں نے سندھ پر بھی قبضہ کر لیا۔

محمود غزنوی

محمود غزنوی افغانستان

کے ترک حاکم سبکتگین کا بیٹا تھا۔ وہ فن جنگ کا
بڑا زبردست ماہر تھا۔ پنجاب کے راجا جے پال سے
سرحد کے متعلق اس کی اکثر اَن بَن رہا کرتی تھی
جب جے پال نے اس کی سرحد کے بعض علاقوں
پر قبضہ کرلیا تو محمود نے اس کے خلاف فوج کشی
کردی۔ جے پال کو شکست ہوئی اور وہ آگ میں
جل کر مرگیا۔ اس کے بیٹے انند پال نے محمود غزنوی
کی باجگزاری تسلیم کرلی اور خراج ادا کرنے کا
وعدہ کیا۔

محمود کی فتوحات

چند سال گزرنے پر جب انندپال
نے خراج نہیں ادا کیا تو
محمود نے اس پر حملہ کردیا۔ انندپال نے شمالی ہند
کے دوسرے راجپوت راجاؤں سے مدد طلب
کی۔ لیکن راجپوتوں کی متحدہ فوج کو محمود نے
شکست دی اور پنجاب پر قبضہ کرلیا۔ محمود نے
ہندوستان پر سترہ حملے کئے اور شمالی ہندوستان
کے راجاؤں کو زیر کیا۔ لیکن وہ پورے

شمالی ہندوستان میں اپنی حکومت قائم نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اسنے صرف سندھ اور پنجاب کو اپنی سلطنت میں شامل کیا۔

محمود کا مقصد محمود غزنوی اپنے زمانے کا بڑا فاتح گزرا ہے لیکن اس کے ساتھ وہ علم وفن کا قدردان تھا۔ اس کی لڑائیاں دنیاوی اغراض کے لئے تھیں۔ اس نے ہندوستان پر جو حملے کئے وہ اس ملک میں اپنی حکومت قائم کرنے کے لئے نہیں تھے بلکہ دولت جمع کرنے کے لئے تھے۔ ہندوستان سے وہ جو دولت لے گیا اس کو اپنے پایہ تخت کی آرائش اور رونق کے لئے صرف کیا۔

شہاب الدین محمد غوری محمود غزنوی کی وفات کے بعد غزنی کی حکومت کمزور ہوگئی۔ کچھ عرصے بعد غوری خاندان نے افغانستان میں اپنا تسلط قائم کرلیا۔ غزنوی خاندان کے جانشین کی حیثیت سے پنجاب اور سندھ کی حکومت

اس خاندان کے تحت آگئی۔ غیاث الدین غوری نے اپنا صدر مقام غور رکھا اور اپنے بھائی شہاب الدین محمد غوری کے سپرد غزنی کا انتظام کیا۔ محمد غوری نے غزنی میں نہایت عمدہ انتظام قائم کیا اور اپنی فوجوں کی اعلیٰ پیمانہ پر تنظیم کی۔

ترائین کی پہلی اور دوسری جنگ

محمد غوری شمالی ہند کو فتح کرنا اور اپنی حکومت قائم کرنا چاہتا تھا۔ اس زمانے میں دہلی میں راجا پرتھوی راج حکومت کرتا تھا۔ اس کو جب محمد غوری کے منصوبوں کا علم ہوا تو اس نے شمالی ہند کے دوسرے راجاؤں سے مدد طلب کی۔ غرض کہ ۱۱۹۱ء میں محمد غوری دہلی پر حملہ آور ہوا۔ ترائین کے مقام پر گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ محمد غوری کو شکست ہوئی اور وہ زخمی ہوکر افغانستان واپس گیا۔ اس شکست کا اس کے دل پر بہت اثر ہوا۔ سال بھر تیاری کرنے کے بعد اس نے حملہ کیا ترائن کے قریب پرتھوی راج کی فوج سے پھر مقابلہ

ہوا۔ اس جنگ میں قنوج کے راجا جے چند کے علاوہ شمالی ہندوستان کے دوسرے بڑے بڑے راجاؤں کی فوجیں پرتھوی راج کی طرف سے شریک تھیں۔ اس دفعہ محمدؐ غوری کو فتح حاصل ہوئی اور پرتھوی راج مارا گیا۔

دہلی اور قنوج پر قبضہ

ترائین کی دوسری جنگ کے بعد دہلی پر ترکوں کا قبضہ ہوگیا۔ دو سال بعد محمدؐ غوری نے قنوج کے راجا جے چند کو بھی شکست دی اور اس کے سارے علاقے پر قبضہ کرلیا۔ چند سال کے عرصے میں شمالی ہندوستان میں راجپوتوں کی حکومتوں کا خاتمہ ہوگیا۔ ان کے بعض سرداروں نے راجپوتانہ میں پناہ لی اور وہاں اپنی ریاستیں قائم کیں۔

بہار اور بنگال کی فتح

چھ سال بعد محمدؐ غوری کے جنرل بختیار خلجی نے بہار اور بنگال بھی فتح کرلیا۔ غرض کہ چند

سال میں پورے شمالی ہند پر ترکوں کی حکومت قائم ہوگئی۔ قطب الدین ایبک کو محمدؐ غوری نے دہلی میں اپنا نائب مقرر کیا جس نے خاندان غلامان کی بنا ڈالی۔

مشق کے سوالات

(۱) عرب قوم میں اتحاد اور یکجہتی کس طرح پیدا ہوئی۔

(۲) محمد بن قاسم نے سندھ کی رعایا کے ساتھ کیسا سلوک کیا۔

(۳) محمود غزنوی کی فتوحات کا حال بیان کرو۔

(۴) پہلی اور دوسری جنگ ترائین کا حال بتاؤ۔

ضروری تاریخیں

پیغمبر اسلام کی پیدائش — سنہ ۵۷۰ء

عربوں کا سندھ فتح کرنا — سنہ ۷۱۱ء

محمود غزنوی کا عہد حکومت — سنہ ۹۹۷ء تا سنہ ۱۰۳۰ء

ترائین کی پہلی لڑائی — سنہ ۱۱۹۱ء

ترائین کی دوسری لڑائی — سنہ ۱۱۹۲ء

محمدؐ غوری کی وفات — سنہ ۱۲۰۶ء

گیارھواں باب

قدیم ہندوستان کی تہذیب

مذہب و اخلاق

جب آریوں کو ہندوستان میں رہتے بستے کافی عرصہ گذر چکا اور ان کی نو آبادیاں سارے ملک میں پھیل گئیں تو انھوں نے سوچا کہ اپنی زبان اور نسل کو دراوڑی اثر سے محفوظ رکھنے کی کوئی تدبیر کرنی چاہیئے۔ چنانچہ ذات پات کے ذریعہ آریوں نے اپنی نسل اور زبان کی حفاظت کی۔ بہت

عرصہ تک ذات کا پیشوں سے گہرا تعلق رہا۔ جب برہمنوں کا زور ہوا تو ذات پات اور قربانی کی رسموں میں بہت سختی پیدا ہوگئی۔ بدھ مت نے ظاہری رسموں کے خلاف بغاوت کی۔ پانچ چھ سو سال تک بدھ مت کو سارے ہندوستان میں فروغ حاصل رہا لیکن گپت خاندان کے عہد حکومت میں برہمنی مذہب پھر مقبول ہوگیا۔ راجپوتوں نے بھی برہمنی مذہب کی سرپرستی کی۔ شنکرا چاریہ نے بدھ مت پر بہت اعتراض کئے اور رامانج سوامی نے وشنو دھرم کی تعلیم دی۔ بالآخر بدھ مت ملک سے بالکل نابود ہوگیا۔ قدیم ہند میں باوجود مذہبوں کے اختلاف کے ایک دوسرے کے ساتھ رواداری برتی جاتی تھی

معاشرت اور رہن سہن

عہد قدیم میں عورتوں کی عزت کی جاتی تھی۔ بعض اوقات وہ حکومت کے معاملوں میں حصہ لیتی تھیں۔ کم سنی کی شادی کا رواج نہیں تھا۔ لیکن ہرش کے زمانے میں بیواؤں کی شادی کو برا سمجھنے لگے تھے اور

ستی کی رسم بھی موجود تھی۔ عام طور پر لوگوں کی غذا۔
پوشاک اور رہن سہن میں انتہائی سادگی پائی جاتی تھی۔

فنون لطیفہ

قدیم زمانے میں اہل ہند کو فنون لطیفہ سے خاص دلچسپی تھی۔ بدھ مت کے ماننے
والوں کے اسٹوپ یا خانقاہیں آج تک موجود ہیں
جس سے اس زمانے کے طرز تعمیر کا پتہ چلتا ہے۔
برہمنی عقیدہ کے راجاؤں نے بھی نہایت عالیشان
مندر تعمیر کرائے جو ملک کے ہر حصّے میں موجود ہیں۔
سانچی کا اسٹوپ۔ سارناتھ کی عمارت۔ پوری کا
جگناتھ مندر۔ ایلورا کا کیلاش مندر اور تنجور اور
مدورا کے مندر فن تعمیر کے اعلیٰ نمونے پیش کرتے
ہیں۔ سنگتراشی کے جو نمونے ملتے ہیں انھیں دیکھنے
سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل ہند نے اس فن میں
بھی کمال پیدا کیا تھا۔ مصوری میں اجنتا کی تصویریں
دنیا بھر میں شہرت رکھتی ہیں۔ ان میں بدھ کی پیدائش
کے قصے اور دوسرے منظر نہایت خوبی اور صفائی
سے دکھائے گئے ہیں۔ بعض تصویروں سے اس

زمانے کی زندگی کا حال معلوم ہوتا ہے۔

علم و ادب

پرانے زمانے میں ہندوستان میں بڑے عالم۔ ادیب اور شاعر پیدا ہوئے۔ مہابھارت اور رامائن کی رزمیہ نظموں سے اس زمانے کے بہت کچھ حالات معلوم ہوتے ہیں۔ مذہبی کتابوں میں اپنشد۔ براہمن اور پُران خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ گُپت خاندان کے عہد میں سنسکرت زبان کو بڑا فروغ حاصل ہوا اور اس زبان کی لغت تیار کی گئی۔ کالی داس کے ناٹک بھی جو اس عہد میں لکھے گئے سنسکرت زبان میں ہیں۔ جامعہ ٹکسلا اور جامعہ نالندہ میں ہزاروں طلبہ قابل اُستادوں سے تعلیم پاتے تھے۔ بدھ لوگوں کی خانقاہیں بھی تعلیم کا مرکز تھیں جہاں بڑے فاضل لوگ درس دیا کرتے تھے۔ حکمراں اہل علم کی سرپرستی اور ہمت افزائی کیا کرتے تھے۔

تجارت اور صنعت

اگرچہ ہندوستان کے بیشتر باشندوں کی زندگی کا دارومدار

زراعت پر تھا لیکن قدیم زمانے میں انھوں نے صنعت و حرفت میں خوب ترقی کی تھی۔ اہل ہند کی تجارت چین۔ جاوا۔ سماترا۔ عرب۔ روما اور افریقہ سے ہوتی تھی۔ جنوبی ہند میں بڑے بڑے تجارتی بندرگاہ تھے جہاں سے مال جہازوں پر لدلد کر دوسرے ملکوں کو جاتا تھا۔ ہندوستان سے ہیرا۔ موتی۔ ریشم۔ سوتی کپڑے اور گرم مسالا باہر جاتے تھے اور باہر کے ملکوں سے پیتل۔ سیسہ سونا۔ چاندی اور اون آتا تھا۔ تجارت کے سلسلے میں بہت سے ہندوستانی سماترا۔ جاوا اور کمبوج میں آباد ہو گئے اور وہاں اپنی تہذیب کے اصول پھیلائے۔ آج تک ان کے مندروں اور شہروں کے آثار وہاں موجود ہیں۔

مشق کے سوالات

(۱) عہد قدیم میں اہل ہند کی معاشرتی خصوصیات

کیا تھیں ؟

(۲) ہندوستان میں عہد قدیم میں علم و ادب اور فنون لطیفہ کی جو ترقی ہوئی اس کا حال بیان کرو۔

(۳) ہندوستان میں عہد قدیم میں تجارت و صنعت کی کیا حالت تھی ؟

حِصّہ دُوم

عہدِ وسطیٰ

پہلا باب

دہلی کے ترک بادشاہ

قطب الدین ایبک

ترکوں میں دستور تھا کہ غلاموں کو اپنی اولاد کی طرح پالتے تھے اور ان میں جو لایق نکلتے تھے اُن سے

اولاد سے بھی زیادہ محبت کرتے تھے۔ شہاب الدین محمد غوری کے کوئی اولاد نہ تھی۔ اس نے قطب الدین ایبک کو جو اس کا غلام تھا اولاد کی طرح پالا اور اوس کی تعلیم و تربیت کا پورا خیال رکھا۔

خطاب "فرزند" ملنا

محمد غوری، قطب الدین ایبک پر بہت اعتماد کیا کرتا تھا۔ جب وہ شمالی ہندوستان فتح کرنے کے بعد افغانستان واپس گیا تو اس کو دہلی میں اپنا نائب بنا کر چھوڑ گیا اور اس کو خطاب "فرزند" سے سرفراز کیا۔ محمد غوری کی وفات پر اس کی سلطنت کے ٹکڑے ہوگئے۔ قطب الدین ایبک نے سارے شمالی ہندوستان پر اپنا تسلط قائم کیا اور اپنی بادشاہی کا اعلان کردیا۔ وہ پہلا ترک بادشاہ ہے جسنے اپنی ہندوستان کی سلطنت کو باہر کے اثر سے آزاد کر لیا اور عمدہ نظم و نسق قائم کیا۔

اخلاق و عادات

قطب الدین ایبک بڑا عادل اور سخی بادشاہ گزرا ہے۔ اپنی
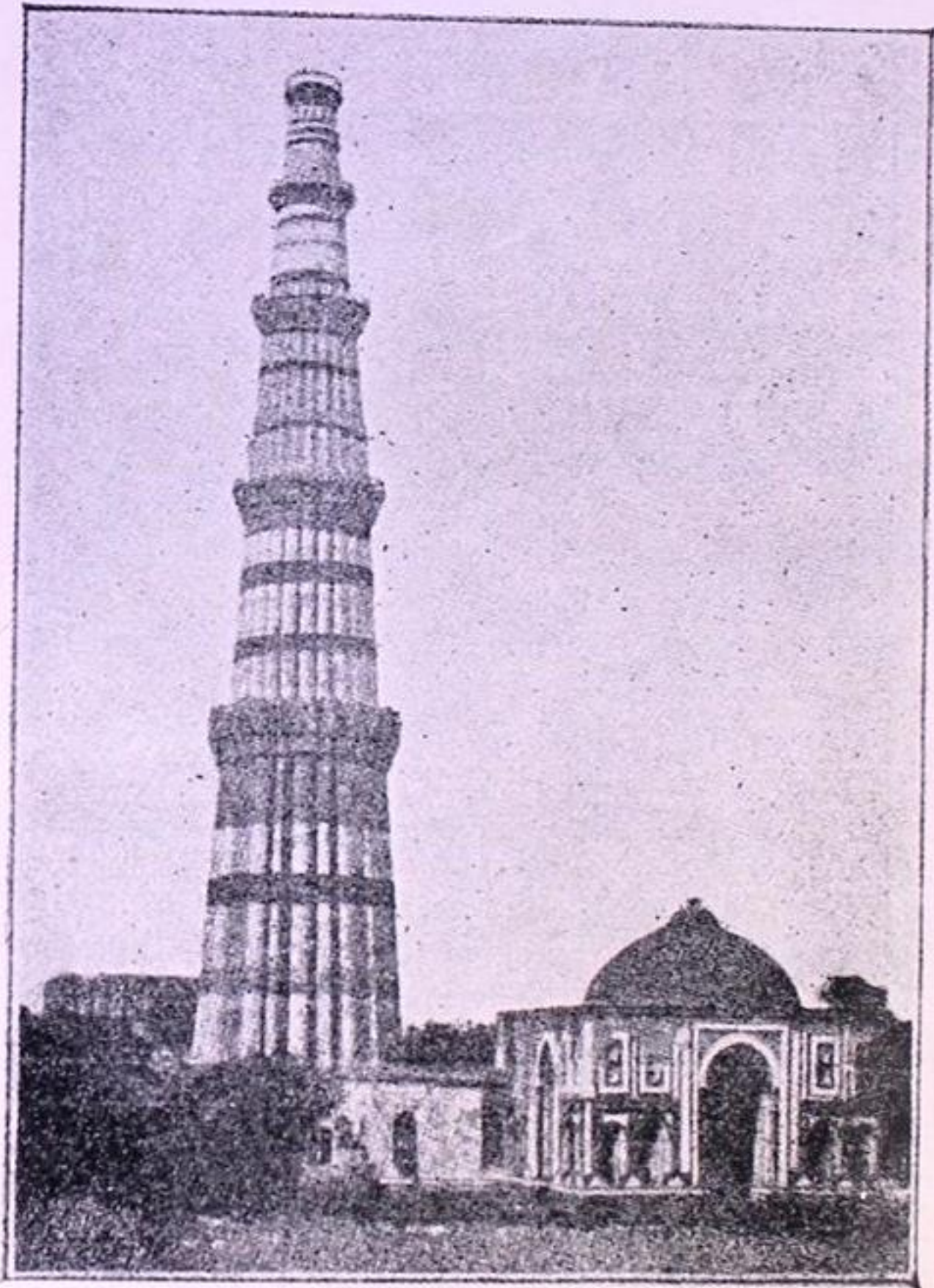
قطب مینار - دہلی

فیاضی کی بدولت وہ "لکھ بخش" کے لقب سے مشہور ہوا۔ اس کو عمارتیں بنوانے کا شوق تھا۔ اس نے اجمیر میں ایک عالی شان مسجد بنوائی۔ دہلی میں مسجد "قوت الاسلام" بنوائی جو اس زمانے کے فن تعمیر کا اعلیٰ نمونہ پیش کرتی ہے۔ اسنے دہلی میں ایک مینار کی تعمیر شروع کرائی تھی جسے وہ اپنی زندگی میں پورا نہ کراسکا۔ یہ مینار آج تک "قطب مینار" کے نام سے مشہور ہے اور دنیا کی عجیب و غریب عمارتوں میں شمار ہوتا ہے۔

شمس الدین التمش

التمش قطب الدین ایبک کا غلام تھا۔ جب وہ بڑا ہوا تو قطب الدین ایبک نے اس کو اعلیٰ عہدوں پر سرفراز کیا اور اپنی لڑکی سے اس کی شادی کردی۔ التمش بہادر اور حوصلہ مند تھا۔ قطب الدین ایبک کے بیٹے آرام شاہ سے سلطنت دہلی کا جب انتظام نہ ہوسکا تو ترک امراء نے التمش کو بادشاہ بنایا۔

انتظام سلطنت التمش نے ملک میں عمدہ نظم و نسق قائم کیا۔ سرحد پر فوجی چھاؤنیاں قایم کیں۔ سندھ اور ملتان کے علاقوں کو سلطنت دہلی میں شامل کیا اور بھیلسا۔ اجین اور گوالیار کے قلعوں کو فتح کیا۔ اس کے عہد حکومت میں چنگیز خاں نے مغربی ہندوستان پر حملہ کیا تھا لیکن التمش کی دانشمندی سے وہ آگے نہیں بڑھا بلکہ واپس چلا گیا۔ التمش نے سلطنت دہلی کا وقار دُور دُور قایم کر دیا۔ اسنے قطب مینار کی تکمیل کرائی اور اس کے بازو میں مسجد کے ساتھ مدرسہ قایم کیا جہاں مختلف علوم کی تعلیم کا انتظام تھا۔

سلطان رضیہ التمش کی وفات پر اس کا بیٹا رکن الدین بادشاہ ہوا لیکن وہ ایسا نکمّا اور نالایق تھا کہ چند مہینے میں سب امراء اس سے تنگ آگئے اور التمش کی بیٹی رضیہ کو تخت پر بٹھا دیا۔ وہ باپ کی زندگی

میں حکومت کے اکثر معاملوں میں اس کو مشورہ دیا کرتی تھی ۔ التمش نے دراصل اسی کو اپنا ولیعہد مقرر کیا تھا لیکن اس کے مرنے پر ترک امیروں نے یہ خیال کر کے کہ وہ سلطنت کا انتظام نہیں کرسکے گی اس کے بھائی کو تخت نشین کردیا۔

سلطان رضیہ کے اخلاق و عادات

سلطان رضیہ نہایت منتظم عورت تھی ۔ اس میں ایک عادل بادشاہ کی سب خوبیاں موجود تھیں ۔ وہ مردانہ لباس پہنکر دربار کرتی اور فوجوں کا معائنہ کیا کرتی تھی ۔ اس کی ان مردانہ خوبیوں کی وجہ سے اس کو سلطان کہا جاتا ہے جو دراصل مسلمان بادشاہوں کا لقب ہے ۔ اسنے ایک ترک امیر سے جس نے کچھ عرصہ قبل بغاوت کی تھی، شادی کرلی ۔ یہ بات ترک سرداروں کو ناگوار گزری ۔ بعض پرانے خیال کے لوگوں کو یہ بات بھی بری لگتی تھی کہ وہ مردانہ لباس پہنتی ہے ۔ بعض کو یہ شبہ پیدا

ہوگیا کہ اس کا شوہر خود سلطنت دہلی کا بادشاہ ہونا چاہتا ہے۔ چنانچہ رضیہ کے خلاف سخت شورش پیدا ہوگئی۔ اس نے پہلے مقابلہ کیا لیکن ترک سرداروں نے اس کو قتل کرادیا۔

سلطان ناصرالدین محمود

کئی سال تک ملک میں بد امنی رہی۔ بالآخر التمش کا چھوٹا بیٹا سلطان ناصرالدین محمود کے لقب سے بادشاہ ہوا۔ وہ بڑا فرض شناس اور عادل بادشاہ تھا۔ اس نے اپنے دروازہ پر زنجیریں لگادی تھیں جن میں گھنٹیاں لٹکتی تھیں تاکہ اگر کوئی مظلوم انھیں آکر ہلائے تو فوراً سلطان کو محل کے اندر اطلاع ہو جائے۔

سلطان غیاث الدین بلبن

سلطان ناصرالدین محمود کے زمانے میں اس کا وزیر بلبن سلطنت کا سارا انتظام کیا کرتا تھا۔ سلطان نے اپنی بہن سے اسکی شادی کردی تھی۔ بلبن کی قابلیت کا سکہ ایسا

بیٹھا ہوا تھا کہ سلطان ناصرالدین محمود کی وفات
پر سب ترک سرداروں نے اس کی بادشاہی تسلیم
کرلی۔ بلبن نے دیکھا کہ ترک سرداروں اور
امیروں کی قوت بہت بڑھ رہی ہے اس لئے
ملک میں عمدہ انتظام قائم کرنے کے لئے ان کے
اثر کو کم کرنا ضروری ہے۔ بعض صوبوں کے
حاکموں نے دہلی کو مالگذاری بھیجنا بند کر دیا
تھا۔ بلبن نے بادشاہ ہونے کے بعد سب سے
پہلے ان کے زور کو توڑنے کی کوشش کی۔

انتظام سلطنت

اس کے زمانے میں ہندوستان
کی سرحد پر منگولوں کے حملے
شروع ہو گئے تھے۔ اس نے فوج کی نئی تنظیم
کی اور سرحد پر چھاؤنیاں قایم کیں تاکہ منگول
لوگوں کے حملوں کی روک تھام ہو سکے۔ اس کا
بڑا بیٹا شہزادہ محمد سرحد پر منگولوں کا مقابلہ
کرتے ہوئے مارا گیا۔ بلبن اپنی ریاست کا دورہ
کیا کرتا تھا تاکہ رعایا کی حالت سے اچھی طرح

واقف ہو سکے۔ وسط ایشیا کے بعض شہزادے منگولوں کے حملوں کے سبب سے اپنا وطن چھوڑکر دہلی میں آکر آباد ہو گئے تھے۔ بلبن کو ان کی تباہی پر ترس آیا۔ چنانچہ اس نے ان سبھوں کے لئے وظیفے مقرر کر دئے تھے۔ اس کے دربار میں عالموں اور شاعروں کا مجمع رہتا تھا۔

مشق کے سوالات

(۱) قطب الدین ایبک کون تھا۔ اس نے ہندوستان کی ترکی حکومت کو کس طرح مستحکم کیا۔

(۲) شمس الدین التمش کے متعلق تم کیا جانتے ہو۔

(۳) قطب مینار کی تعمیر کس کے زمانے میں شروع ہوئی اور کس نے اس کی تکمیل کرائی۔

(۴) بلبن کے ملکی انتظام کا حال بیان کرو۔

ضروری تاریخیں

قطب الدین ایبک کا عہد حکومت سنہ ۱۲۰۶ء تا سنہ ۱۲۱۰ء

التمش کا عہد حکومت	۱۲۱۰ء تا ۱۲۳۵ء
سلطان رضیہ کا عہد حکومت	۱۲۳۶ء تا ۱۲۴۰ء
سلطان ناصر الدین محمود کا عہد حکومت	۱۲۴۶ء تا ۱۲۶۶ء
بلبن کا عہد حکومت	۱۲۶۶ء تا ۱۲۸۶ء

دوسرا باب

خلجی خاندان

جلال الدین خلجی کا بادشاہ ہونا

بلبن کے مرنے کے بعد اس کا پوتا کیقباد سلطنت دہلی کے تخت و تاج کا مالک ہوا۔ لیکن وہ عیش پسند اور نا لایق تھا۔ بے احتیاط زندگی کے سبب وہ بیمار اور روگی ہو گیا تھا۔ ہر طرف بدنظمی پھیل رہی تھی۔ ان حالات میں

بلبن کے سپہ سالار، جلال الدین خلجی نے فوجی سرداروں کو اپنے ساتھ ملا لیا اور وہ دہلی کا بادشاہ بن بیٹھا۔

علاء الدین خلجی

اس نے اپنے بھتیجے علاء الدین خلجی کو کڑہ مانک پور کا صوبہ دار مقرر کیا۔ علاء الدین خلجی نہایت قابل۔ با تدبیر اور حوصلہ مند شخص تھا۔ اس نے دیوگیری کی دولت کے قصے سُنے تھے۔ وہ چاہتا تھا کہ کسی بہانے سے دکن پر حملہ کرے اور وہاں کی دولت سمیٹ کر لائے اور اپنی قوت بڑھائے۔

دیوگیری پر حملہ

اس زمانے میں مالوہ کے صوبے میں بدنظمی پھیلی ہوئی تھی۔ علاء الدین خلجی نے اپنے چچا کو لکھا کہ اس کو مالوہ جانے اور باغیوں کی سرکوبی کرنے کی اجازت دی جائے۔ چنانچہ اس کو اجازت مل گئی اور وہ مالوہ ہوتا ہوا سیدھا دکن روانہ ہوگیا۔ دیوگیری کے راجا نے علاء الدین کا

مقابلہ کیا لیکن اس کو شکست ہوئی اور وہ مصالحت کرنے پر مجبور ہوگیا۔ راجا نے علاءالدین کو اس شرط پر بہت سا سونا۔ چاندی اور جواہرات حوالے کئے کہ وہ اس کو گدی پر برقرار رکھے۔ اس نے علاءالدین کو ایلچ پور کا شہر بھی دے دیا جو برار میں ہے اور سالانہ خراج ادا کرنے کا وعدہ کیا۔

علاءالدین خلجی کا بادشاہ ہونا

دکن سے واپسی پر علاءالدین نے اپنے چچا جلال الدین کو دھوکے سے قتل کرا دیا اور خود دہلی کا بادشاہ بن بیٹھا۔ دہلی کا بادشاہ ہونیکے بعد علاءالدین خلجی کو اپنی کامیابی اور قوت پر بڑا گھمنڈ ہوگیا۔ اس کے دل میں طرح طرح کے خیالات آتے تھے۔ کبھی وہ سوچتا کہ ایک نیا مذہب قایم کرے اور کبھی سکندر اعظم کی طرح ملکوں کو فتح کرنے کے منصوبے باندھتا تھا۔ اس کے درباری اور وزیر خوشامد میں اس کی ہر بات میں ہاں میں ہاں ملاتے تھے۔ لیکن اسکے

ایک وفادار درباری علاء الملک کوتوال نے اس کو اس کے منصوبوں سے باز رکھا۔ اس نے علاء الدین کو سمجھایا کہ جب تک ہندوستان کے سب علاقے سلطنت دہلی کے ماتحت نہ آجائیں اس وقت تک باہر کے ملکوں کو فتح کرنے کا خیال ترک کردینا چاہیئے۔

فتوحات

علاء الدین خلجی بڑا زبردست فاتح گزرا ہے۔ اس نے راجپوتانہ میں رنتھمبھور اور چتوڑ کے قلعے فتح کئے اور گجرات کو فتح کرکے سلطنت دہلی میں شامل کیا۔ دیوگیری کے راجا نے جو سالانہ خراج ادا کرنے کا وعدہ کیا تھا وہ کئی سال سے نہیں ادا ہوا تھا۔ چنانچہ علاء الدین نے اپنے سپہ سالار ملک کافور کے تحت جو اس کا حبشی غلام تھا ایک زبردست فوج دکن روانہ کی۔

ملک کافور

ملک کافور نے دیوگیری کے راجا کو زیر کیا اور وہاں سے ورنگل روانہ ہوا۔ ورنگل کے راجا نے بھی اس کی اطاعت

قبول کرلی۔ اب وہ جنوبی ہند کی طرف بڑھا اور
مالا بار اور کرناٹک کے علاقوں کو بھی اس نے
سلطنت دہلی کا باجگذار بنایا۔ اس طرح سلطنت
دہلی کا اقتدار تقریباً سارے ہندوستان پر
قایم ہوگیا۔

انتظامی اصلاحات

علاء الدین خلجی کے عہد حکومت
کا بڑا کارنامہ ملکی انتظامات
کی بہتری ہے۔ اس نے فوج میں اعلیٰ قابلیت
کے افسر بھرتی کئے۔ سپاہیوں کی باقاعدہ تنخواہ
مقرر ہوئی اور اِس کا انتظام کیا گیا کہ اس کی
ادائی وقت پر ہوا کرے۔ اس نے سرحد پر
چھاؤنیاں قایم کیں تاکہ منگولی قبائل کے
حملوں کو روکا جاسکے۔ علاء الدین خلجی نے پولیس
اور سراغ رسانی کا نہایت عمدہ انتظام کیا۔
ٹپہ کی چوکیاں ملک کے ہر حصے میں قایم کیں
تاکہ ہر جگہ کی خبریں جلد بادشاہ کو پہونچ سکیں
مالگذاری وصول کرنے کے ضابطے مقرر کئے گئے

علاء الدین نے رعایا کی سہولت کے لئے قاعدے مقرر کردئے تھے تاکہ ہر چیز بازار میں سرکاری نرخ کے مطابق فروخت ہوا کرے۔ بیوپاری لوگ اس نرخ سے زیادہ قیمت نہیں وصول کرسکتے تھے۔

اخلاق و عادات علاء الدین خلجی تعلیم یافتہ شخص نہ تھا لیکن وہ بڑا معاملہ فہم تھا۔ بہت جلد وہ ہر بات کی تہ کو پہنچ جاتا تھا وہ فن جنگ کا بڑا ماہر تھا اور خود فوجوں کی کمان کیا کرتا تھا۔ اس نے منگول لوگوں کے ساتھ ظلم کا برتاؤ کیا لیکن وہ ایسا کرنے پر مجبور تھا۔ اس نے یہ اس واسطے کیا کہ انھیں آئندہ ہندوستان پر حملہ کرنے کی جرات نہ ہو۔

خلجی خاندان کا زوال علاء الدین خلجی نے سنہ ۱۳۱۵ء میں وفات پائی۔ اسکی اولاد میں کوئی ایسا قابل شخص نہ نکلا جو اس کی وسیع سلطنت میں انتظام قایم کرسکتا۔ حکومت کا

علاء الدین خلجی

مطبوعہ آعظم اسٹیم پریس

مطبوعہ اعظم اسٹیم پریس
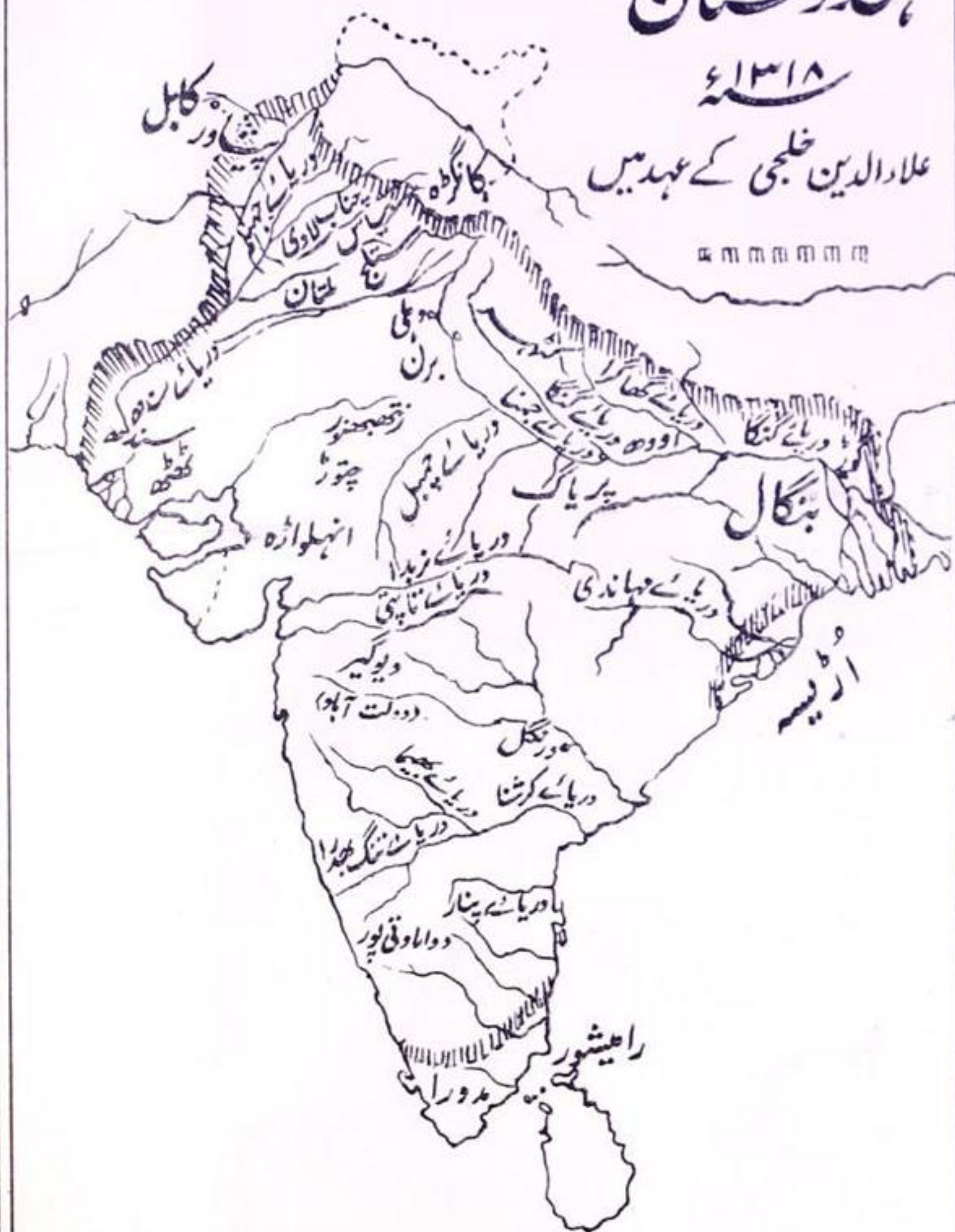
سارا کاروبار خسرو خاں وزیر کے ہاتھ میں آگیا۔ ترک سردار خسرو خاں کے خلاف تھے۔

مشق کے سوالات

(۱) علاء الدین خلجی نے اپنی صوبہ داری کے زمانے میں دکن پر جو فوج کشی کی اس کا حال بیان کرو۔

(۲) علاء الدین خلجی کے عہد کی دوسری فتوحات کا حال بیان کرو۔

(۳) علاء الدین خلجی نے کیا اصلاحات کیں۔

(۵) ہندوستان کا ایک نقشہ کھینچکر اس میں علاء الدین خلجی کی حدود سلطنت واضح کرو۔ اس نقشہ میں دیوگیری۔ ایلچ پور۔ کڑہ۔ چتوڑ اور دہلی کے شہر بھی بتاؤ۔

ضروری تاریخیں

جلال الدین خلجی کا عہد حکومت ۱۲۹۰ء تا ۱۲۹۶ء

علاء الدین خلجی کا دیوگیری پر حملہ	۱۲۹۴ء
علاء الدین خلجی کا عہد حکومت	۱۲۹۶ء تا ۱۳۱۵ء
فتح گجرات	۱۲۹۸ء
چتوڑ کی فتح	۱۳۰۳ء
ملک کافور کی چڑھائی دکن اور جنوبی ہند پر	۱۳۰۶ء تا ۱۳۱۲ء

تیسرا باب

تغلق خاندان

محمد تغلق

علاء الدین خلجی کے بیٹے کو اس کے وزیر خسرو خاں نے قتل کرا دیا اور خود دہلی کا بادشاہ بن بیٹھا۔ لیکن وہ بہت دنوں حکومت نہ کرسکا۔ غیاث الدین تغلق نے جو بڑا فوجی افسر تھا اس کا خاتمہ کیا اور خود تخت و تاج سنبھالا۔

اس نے صرف چار سال حکومت کی۔ اس کے بعد اس کا بیٹا محمدؒ تغلق بادشاہ ہوا۔ اس کی طبیعت کچھ عجیب و غریب واقع ہوئی تھی۔ وہ اپنے سامنے کسی دوسرے کی نہیں سنتا تھا۔ اسی سبب سے اس کو حکومت کے کاموں میں ناکامی ہوئی۔

تانبے کا سکہ

محمدؒ تغلق نے سُنا تھا کہ چین میں کاغذ کے نوٹ چلتے ہیں۔ چنانچہ اس نے تانبے کا ایسا سکہ جاری کیا جس کی قیمت چاندی کے سکّے کے برابر تھی۔ اس نے سوچا تھا کہ اس طرح جو چاندی خزانے میں بچے گی اسے دوسرے ملکوں کو فتح کرنے میں صرف کروں گا۔ لیکن اس کی یہ تدبیر کامیاب نہیں ہوئی۔ اس زمانے میں ہر سنار خفیہ طور پر سکّے ڈھال سکتا تھا۔ چنانچہ تانبے کے اتنے سکّے بنائے گئے کہ ان کی کوئی قیمت باقی نہیں رہی۔ تاجروں نے انھیں لینے سے انکار کرنا شروع

کر دیا۔ مجبور ہو کر بادشاہ نے حکم دے دیا کہ تانبے کے سکے کے عوض خزانے سے چاندی کے سکے دئے جائیں۔ اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ خزانہ بالکل خالی ہوگیا۔

دولت آباد کا پایہ تخت بنانا

محمد تغلق نے سوچا کہ سلطنت کا پایہ تخت کسی ایسے مقام پر ہونا چاہئے جہاں سے ہر طرف فتنہ و فساد فرو کرنے کے لئے آسانی سے فوج بھیجی جاسکے۔ یہ مقام سرحد سے دُور ہوگا تو منگولوں کے حملوں کا بھی خطرہ نہ رہے گا۔ چنانچہ اس نے حکم دے دیا کہ دیوگیری کو پایہ تخت بنایا جائے۔ اس شہر کا نام دولت آباد رکھا گیا۔ محمد تغلق کا حکم تھا کہ دہلی کے سب باشندے دولت آباد چلے جائیں۔ اس نے دہلی اور دولت آباد کے درمیان بہت عمدہ سڑک بنوا دی۔ لیکن بہت سے غریب لوگوں کو پیدل سفر کرنا پڑا۔ سیکڑوں آدمی راستے میں مر گئے۔

بعد میں اس نے اجازت دے دی کہ جو دہلی والے اپنے وطن واپس جانا چاہتے ہیں وہ جا سکتے ہیں۔

ابن بطوطہ کا سفر

شمالی افریقہ کا مشہور سیّاح ابن بطوطہ محمدؐ تغلق کے زمانے میں ہندوستان آیا۔ اس نے اپنے سفرنامے میں ہندوستان کے حالات لکھے ہیں۔ وہ لکھتا ہے کہ تجارت اس زمانے میں ترقی پر تھی۔ اس نے مالا بار کے بندرگاہوں پر بڑے بڑے جہاز دیکھے جن میں لدکر ہندوستان کا مال دوسرے ملکوں کو جاتا اور دوسرے ملکوں سے اس ملک میں آتا تھا۔ ہندوستان کے شہر بارونق تھے اور ان میں ہر قسم کی آسائش کا سامان ملتا تھا۔ صنعت و حرفت کو خوب فروغ حاصل تھا۔ وسط ایشیا اور ایران کے ہزاروں کاریگروں اور دستکاروں نے منگولوں کے حملوں کے سبب سے ہندوستان کو اپنا وطن بنالیا تھا۔ ان کی بدولت اس ملک کی

صنعت کو بہت ترقی ہوئی۔ ڈاک اور خبر رسانی کا انتظام بھی بہت اچھا تھا۔

محمد تغلق کے اخلاق و عادات

محمد تغلق بڑا عالم فاضل تھا لیکن اس میں علاء الدین کی سی معاملہ فہمی اور مردم شناسی نہ تھی۔ وہ مزاج کا بہت تیز اور ضدی تھا۔ ایک دفعہ اگر اس کے دل میں کوئی بات سما جائے پھر چاہے اِدھر کی دنیا اُدھر ہو جائے لیکن وہ اپنے ارادہ سے باز نہ آتا تھا۔ وہ اپنے ماتحت عہدہ داروں کے ساتھ بہت سختی کا برتاؤ کرتا تھا۔

بغاوتیں

اس کی سختی کے سبب سے ملک میں ہر طرف بغاوتیں ہونے لگیں۔ دکن میں بہمنی سلطنت اور جنوبی ہند میں وجیانگر کی ریاست آزاد ہوگئی۔ سندھ میں بھی بغاوت پھیل گئی جسے فرو کرنے کے لئے محمد تغلق خود گیا اور وہیں اس نے وفات پائی۔

فیروز تغلق

محمدؔ تغلق کی وفات پر اس کا چچا زاد بھائی فیروز تغلق سلطنت دہلی کے تخت و تاج کا مالک ہوا۔ وہ نہایت دانشمند اور امن پسند بادشاہ تھا۔ محمدؔ تغلق کے عہد حکومت میں جو فتنے اور جھگڑے پیدا ہو گئے تھے اس نے انھیں فرو کرنے کی کوشش کی۔ بجائے جنگوں پر دولت صرف کرنے کے اس نے ایسی اصلاحات نافذ کیں جن سے ملک کی خوشحالی میں اضافہ ہو۔

اصلاحات

فیروز تغلق چاہتا تھا کہ اس کے پیشرو کے عہد حکومت میں ملک میں جو بے اطمینانی کی کیفیت پیدا ہو گئی تھی اسے دور کرے۔ اس نے کاشت کاروں کو ہر قسم کی سہولتیں بہم پہونچائیں تاکہ وہ جم کر اپنے گاؤں میں کام کریں اور اس طرح ملک کی خوشحالی بڑھے۔ اس نے محصول ہلکے کر دئے۔ اپاہجوں اور بے کسوں کے رہنے کے لئے مکان بنوائے جہاں ان کے کھانے اور رہنے کا انتظام تھا۔ دواخانے

تعمیر کرائے جن میں مفت دوائیں تقسیم کی جاتی تھیں۔ غریب اور یتیم لڑکیوں کی شادی کرانے کے لئے بھی اس نے ایک سرکاری محکمہ قایم کردیا تھا۔ وہ علم کا قدردان تھا۔ اس نے کئی مدرسے قایم کئے۔ متعدد سنسکرت کتابوں کا فارسی میں ترجمہ کرایا۔

فیروز شاہ کے جانشین تیمور کا حملہ اور بدنظمی

فیروز شاہ کے جانشین کمزور اور نکمے تھے محمود تغلق کے عہد میں سب صوبہ دار آزاد ہو گئے۔ اسی زمانہ میں سمرقند کے بادشاہ تیمور نے دہلی پر حملہ کردیا اور بے شمار دولت لوٹ کر اپنے ساتھ لے گیا۔ وہ دہلی کے بہترین معماروں اور دست کاروں کو بھی اپنے ساتھ سمرقند لے گیا تاکہ اس شہر کی رونق بڑھائے۔ محمود تغلق تیمور کے ہاتھ شکست کھا کر گجرات بھاگ گیا۔ دہلی بالکل ویران ہوگئی اور اس کی رونق خاک میں مل گئی۔

سید اور لودھی خاندان

تیمور کے حملے کے بعد

سید اور لودھی خاندان کے امیروں نے دہلی میں اپنی حکومت قایم کی لیکن ملک کے مختلف حصوں کو وہ اپنے تحت نہ کرسکے۔ باوجود پوری کوشش کے وہ ملکی انتظام کو مضبوط بنیادوں پر قایم نہ کرسکے۔ تغلق خاندان کے آخری زمانے میں دکن کے علاوہ بنگال، جونپور، گجرات، خاندیس اور مالوہ میں خودمختار حکومتیں قایم ہوگئیں جنھیں بعد میں مغل بادشاہوں نے فتح کرکے مرکزی حکومت کے تابع کیا۔ سیّد اور لودھی خاندان کی حکومت صرف دہلی کے آس پاس کے شمالی ہند کے علاقوں تک محدود رہی۔

بہمنی خاندان

محمد تغلق کی سختیوں کے سبب سے ملک میں ہر جگہ بدنظمی پھیل گئی تھی۔ دکن کے امرا بھی بادشاہ کی سختی سے تنگ آگئے تھے۔ انھوں نے آپس میں مشورہ کرکے علاءالدین حسن گنگو کو اپنا بادشاہ تسلیم کرلیا۔ حسن گنگو بڑا منتظم آدمی تھا۔ اس نے دکن میں امن و انتظام قایم کیا اور اپنے خاندان کی

حکومت کی بنا ڈالی۔ اس خاندان کے ١٨ بادشاہوں نے پونے دوسو برس تک دکن پر حکومت کی۔ محمد شاہ دوم کے وزیر محمود گاواں کے زمانے میں بہمنی سلطنت اپنے انتہائی عروج پر پہنچ گئی۔ محمود گاواں نے مالگذاری کا انتظام درست کیا۔ فوج کے محکمے کی از سر نو تنظیم کی اور ملک کی صنعت و حرفت کی ترقی کے لئے تدابیر اختیار کیں۔ اس نے بیدر میں ایک مدرسہ قایم کیا جس میں دُور دُور سے عالم فاضل لوگوں کو بلا کر ملازم رکھا۔ اس زمانے میں دکن کی علمی ترقی کی دُور دُور دھوم ہوگئی۔ بہمنی بادشاہوں کے عہد میں قلعے، مساجد اور محلات تعمیر ہوئے اور بارونق شہر آباد ہوئے۔

سلاطین دکن

بہمنی سلطنت کے زوال پر دکن میں پانچ خود مختار سلطنتیں قایم ہوگئیں۔ یوسف عادل شاہ نے بیجاپور میں عادلشاہی، ملک احمد نے احمد نگر میں نظام شاہی، قطب شاہ نے گولکنڈہ میں قطب شاہی، فتح اللہ عماد خاں نے

برار میں عماد شاہی۔ اور امیر برید نے بیدر میں برید شاہی ریاست قایم کی۔ ان سلاطین دکن کی وجیانگر کی حکومت سے لڑائی رہا کرتی تھی۔ ان کے عہد میں دکن میں بہت ترقی ہوئی اور نہایت عمدہ انتظام قایم ہوا۔ اکبر کے زمانے سے مغل بادشاہوں نے دکن پر حملے شروع کیے۔ بالآخر ایک ایک کر کے دکن کی یہ ریاستیں سلطنت مغلیہ میں شامل کر لی گئیں۔

وجیانگر

محمد تغلق کے زمانے میں جنوبی ہند میں وجیانگر کی ریاست قایم ہوئی۔ آہستہ آہستہ اس ریاست نے جنوبی ہند کی دوسری خود مختار ریاستوں کو اپنا باجگذار بنا لیا اور اس کی قوت بہت بڑھ گئی۔ کرشن دیو رائے یہاں کا مشہور راجا گزرا ہے۔ اس نے سلاطین دکن سے مصالحت کر لی تھی۔ اوڑیسہ کے راجا سے جنگ کر کے اس نے تلنگانہ کے مشرقی ساحل پر قبضہ کر لیا۔ اس نے پرتگالی تاجروں سے

تعلقات قایم کئے تاکہ ان کے ذریعہ سے اپنے ملک کی تجارت اور صنعت و حرفت کو ترقی دے۔ شہر وجیانگر میں اس کے عہد حکومت میں بہت ترقی ہوئی اور وہ علم و فن کا بڑا مرکز بن گیا۔

جنگ تالی کوٹہ ۱۵۶۵ء

وجیانگر کا آخری راجا رام راؤ تھا۔ اس نے کئی دفعہ اپنی حکمت عملی سے سلاطین دکن میں آپس میں لڑائی کرادی۔ شروع میں اسے کامیابی ہوئی لیکن بالآخر عادل شاہی، نظام شاہی اور قطب شاہی افواج نے متحد ہوکر اس کے ملک پر حملہ کیا۔ ۱۵۶۵ء میں تالی کوٹہ کے مقام پر زبردست جنگ ہوئی۔ راجا کو شکست ہوئی اور وہ مارا گیا۔ یہ لڑائی ہندوستان کی فیصلہ کن جنگوں میں شمار کی جاتی ہے۔ ریاست وجیانگر کو سلاطین دکن نے آپس میں تقسیم کرلیا۔

چوتھا باب

سلطنت مغلیہ کا قیام

بابر کی ابتدائی زندگی

سلطنت مغلیہ کا بانی بابر تھا۔ اس کا باپ ترکستان کی ایک ریاست فرغانہ کا حکمران تھا۔ اس کی وفات کے وقت بابر کی عمر صرف بارہ سال تھی۔ اس کے چچا نے اس کو حکومت سے بے دخل کر کے خود فرغانہ پر قبضہ کر لیا۔ اسے

اپنے ماموں سے مدد طلب کی اور فرغانہ کو واپس لینے کی بہت کوشش کی۔ لیکن اس کو کامیابی نہیں ہوئی۔ اسی طرح بارہ برس تک وہ خانہ بدوشی کی زندگی بسر کرتا رہا۔ بالآخر اس نے سوچا کہ اپنے وطن میں سر دھرنے کو ٹھکانا نہیں تو چلو افغانستان کیوں نہ چلو۔ پھر اُدھر سے ہندوستان کا راستہ بھی ملا ہوا ہے۔

کابل فتح کرنا

غرض کہ بابر نے اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ افغانستان کا رخ کیا۔ اس نے راستہ میں کچھ اور سپاہ بھرتی کی اور کابل اور غزنی فتح کر کے اپنی حکومت قایم کی۔ شروع ہی سے ہندوستان فتح کرنے کی خواہش اس کے دل کو گُدگدا رہی تھی۔ ہندوستان پر اس کے حملہ کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ دہلی کے بادشاہ ابراہیم لودھی سے اس کے سردار ناراض تھے۔ پنجاب کا حاکم دولت خاں لودھی، بابر کو ہندوستان فتح کرنے کی متعدد مرتبہ دعوت دے چکا تھا۔

پہلی جنگ پانی پت

بابر تیرہ ہزار فوج سمیت پنجاب پر حملہ آور ہوا۔ اس نے چند ہفتے کے اندر دہلی کے قریب پانی پت کے میدان میں ڈیرے ڈال دئے۔ ادھر سے دہلی کا پٹھان بادشاہ ابراہیم لودھی تقریباً ایک لاکھ کا لشکر لے کر اس کے مقابلے کو آیا۔ بڑے گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ بابر کی فوج کا نظم و ضبط بہت اچھا تھا۔ اس کے پاس توپیں بھی تھیں جو ابراہیم لودھی کے پاس نہیں تھیں۔ بابر نے پہلے گولہ باری کا حکم دیا تاکہ ابراہیم لودھی کی فوج میں بے ترتیبی پھیل جائے۔ چنانچہ یہی ہوا۔ ابراہیم لودھی کی فوج کے ہاتھی اپنی ہی فوج پر ٹوٹ پڑے۔

ابراہیم لودھی بڑی بہادری سے لڑا اور لڑتا ہوا مارا گیا۔ اس کی ساری فوج تتر بتر ہو گئی۔ پانی پت کی کامیابی کے بعد بابر نے دہلی اور آگرہ پر قبضہ کرلیا۔ وہاں جتنی دولت ملی وہ سب اس نے اپنے سپاہیوں کو تقسیم کردی۔ اس کے

بڑے بیٹے ہمایون نے پٹھان سرداروں کو شکست دیکر جونپور کا سارا علاقہ فتح کرلیا۔

راناسانگا

بعض لودھی سردار میواڑ کے راجا رانا سانگا سے جاکر مل گئے تھے جو راجپوتانہ میں سب سے بڑا راجا سمجھا جاتا تھا۔ اس نے راجپوتوں کا ایک زبردست لشکر جمع کیا تاکہ بابر کا مقابلہ کرے۔ فتح پور سیکری کے قریب کنواہا کے مقام پر سخت جنگ ہوئی۔ دونوں طرف سے بہادری کے جوہر دکھائے گئے۔ بابر نے اس موقع پر اپنے سپاہیوں کو جوش دلانے کے لئے ایک نہایت پُر اثر تقریر کی اور ان سے عہد لیا کہ جان جائے تو جائے لیکن قدم پیچھے نہ ہٹے۔ غرض کہ میدان بابر کے ہاتھ رہا۔ رانا سانگا سخت زخمی ہوا اور گھر جاکر مرگیا۔ بابر کی اس فتح کے بعد ہندوستان میں کوئی قوت باقی نہیں رہی جو اس کا مقابلہ کرسکتی۔

بابر بادشاہ

ہمایوں بادشاہ

مطبوعہ آعظم اسٹیم پریس

اخلاق و عادات بابر بڑا بہادر اور حوصلہ مند تھا۔ چاہے کیسی مصیبت آئے وہ مایوس نہیں ہوتا تھا۔ اسے اپنی جان کو خطرہ میں ڈالنے میں مزہ آتا تھا۔ شہ سوار ایسا تھا کہ کئی کئی دن لگاتار اس کے گھوڑے کی کاٹھی نہیں اترتی تھی۔ اس نے اپنی زندگی میں کبھی کوئی ذلیل حرکت نہیں کی۔ دشمنوں کے ساتھ بھی وہ شرافت کا برتاؤ کرتا تھا۔ وہ فنون لطیفہ کا قدر دان تھا موسیقی اور شاعری سے اس کو خاص لگاؤ تھا۔ اس نے اپنی زندگی کا حال نہایت دلکش انداز میں ترکی زبان میں لکھا ہے جو "توزک بابری" کے نام سے مشہور ہے۔

بابر کی وفات چار سال حکومت کرنے کے بعد بابر کا انتقال ہوگیا۔ بہت عرصہ قبل اس نے کابل میں ایک خوش منظر پہاڑ کے قریب اپنی قبر کے لئے جگہ پسند کی تھی۔ چنانچہ بابر کی لاش کو کابل لے گئے اور وہیں اس کو

دفن کیا گیا۔ آج تک اس کا مقبرہ موجود ہے جہاں لوگ زیارت کو جاتے ہیں۔

ہمایوں اور شیر شاہ

بابر کے بعد ہمایوں کے تخت نشین ہونے پر شمالی ہند کے افغان امراء نے بغاوتیں شروع کر دیں۔ چنار کے حاکم شیر خاں نے جس نے بعد میں شیر شاہ کا لقب اختیار کیا ہمایوں کو پے در پے شکستیں دیں۔ ہمایوں کی فوج تتر بتر ہو گئی۔ مجبور ہو کر وہ ہندوستان سے بھاگا اور سندھ ہوتا ہوا ایران پہنچا۔ کئی سال ایران میں رہا۔ شیر شاہ کے انتقال کے بعد اس نے ہندوستان پر حملہ کیا اور دہلی اور آگرہ کا مالک بن گیا۔ ایک سال حکومت کرنے کے بعد اس نے دہلی میں وفات پائی۔ ہمایوں اگرچہ بہادر اور فیاض تھا لیکن اس میں شیر شاہ کی سی انتظامی قابلیت نہیں تھی۔

شیر شاہ کا ملکی انتظام

شیر شاہ نے اگرچہ صرف چند

سال حکومت کی لیکن اس کو ہندوستان کے بہترین حکمرانوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ اس نے مالگزاری کے ایسے عمدہ اصول مقرر کئے کہ بعد میں مغل بادشاہوں نے بھی انھیں اختیار کیا۔ اسنے بنگال سے پنجاب تک اور آگرہ سے دکن تک سڑکیں بنوائیں جن کے دونوں طرف درخت لگوائے اور تھوڑے تھوڑے فاصلے پر سرائیں بنوائیں اور کنویں کھدوائے۔ اس نے عدالت اور پولیس کا جو انتظام کیا اس سے اس کی قابلیت ظاہر ہوتی ہے۔ اس کے جانشینوں میں کوئی قابل شخص نہیں پیدا ہوا۔

مشق کے سوالات

(۱) بابر کی ابتدائی زندگی کا حال بیان کرو۔

(۲) بابر نے افغانستان میں کس طرح اپنی حکومت قایم کی۔

(۳) پہلی جنگ پانی پت کا حال بتاؤ۔

(۴) رانا سانگا کون تھا؟ اس نے بابر سے کیوں جنگ کی؟

(۵) ہمایوں ہندوستان سے ایران کیوں گیا؟

(۶) شیر شاہ کی انتظامی قابلیت کے متعلق تم کیا جانتے ہو۔

ضروری تاریخیں

پہلی جنگ پانی پت	سنہ ۱۵۲۶ء
جنگ کنواہا	سنہ ۱۵۲۷ء
بابر کی وفات۔	سنہ ۱۵۳۰ء
ہمایوں کی جلاوطنی	سنہ ۱۵۴۱ء
شیر شاہ کا عہد حکومت	سنہ ۱۵۴۰ء تا سنہ ۱۵۴۵ء
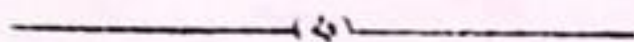
پانچواں باب

اکبرِ اعظم اور سلطنت مغلیہ کا استحکام

اکبر کی ولادت جس زمانے میں ہمایوں سندھ کے ریگستان میں اِدھر اُدھر مارا مارا پھرتا تھا، اس کی چہیتی بیوی حمیدہ بانو بیگم بھی ان مصیبتوں میں اس کے ساتھ تھی۔ اس بے سرو سامانی کی حالت میں ۱۵۴۲ء میں امرکوٹ کے مقام پر حمیدہ بانو بیگم کے بطن سے جلال الدین اکبر پیدا ہوا۔ مغل بادشاہوں کا دستور تھا کہ

جب ان کے ہاں بچہ پیدا ہوتا تو اپنے افسروں
اور ملازموں کو تحفہ تحائف دیا کرتے تھے۔ ریگستان
کی غریب الوطنی میں زر و جواہر تو کیا ہمایون کے
پاس کھانے پینے تک کو کچھ نہ تھا۔ اس کے ساتھ
مشک نافہ کا ایک ٹکڑا چلا آیا تھا اسی میں سے
ذرا ذرا اپنے ساتھیوں کو بطور تحفہ تقسیم کر دیا۔
ہمایون نے اس وقت بارگاہ خداوندی میں دعا
کی کہ اے خدا۔ جس طرح اس وقت مشک کی خوشبو
ہوا میں پھیل رہی ہے اسی طرح میرے بیٹے کی
شہرت ساری دنیا میں ہو۔ جب اکبر اپنے باپ
ہمایون کے ساتھ ہندوستان آیا تو بیرم خاں اسکا
اتالیق مقرر ہوا۔ اس نے اسکی بہت اچھی تربیت کی۔

اکبر کی تخت نشینی

ہمایون کی وفات کے وقت اکبر
کی عمر ۱۳ سال ۴ مہینے تھی۔ وہ
ہر طرف دشمنوں سے گھرا ہوا تھا۔ اس کے
اتالیق بیرم خاں نے بڑی جراءت اور مستقل مزاجی
سے کام لیا اور اپنے آقا پر کسی طرح کی آنچ

نہ آنے دی۔

ہیمو کی شکست

بیرم خاں نے ہیمو کو شکست دی جو افغان سرداروں کے ساتھ مل کر مغلوں کی حکومت کا خاتمہ کرنا چاہتا تھا۔ جب ہیمو گرفتار ہوکر اکبر کے سامنے پیش کیا گیا تو بیرم خاں نے کہا کہ اپنی تلوار سے دشمن کا کام تمام کیجئے۔ لیکن اکبر کو یہ بات پسند نہ آئی کہ کسی گرفتار کئے ہوئے قیدی پر تلوار اٹھائے۔

فتوحات

اٹھارہ برس کی عمر میں اکبر نے حکومت کا سارا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اس کی حکومت کا ابتدائی زمانہ فتوحات میں گزرا سب سے پہلے اس نے مالوہ فتح کیا۔ پھر راجپوت راجاؤں کی طرف متوجہ ہوا۔ چتوڑ کا رانا اودے سنگھ سب راجپوت راجاؤں کا سردار سمجھا جاتا تھا۔ اسنے اکبر کا مقابلہ کیا لیکن شکست کھائی۔ چتوڑ پر اکبر کا قبضہ ہوگیا۔ رانا اودے سنگھ نے بھاگ کر اراولی پہاڑ میں پناہ لی۔ اس کے بعد اکبر نے

رنتھمبھنور کا قلعہ فتح کیا اور راجپوتانہ کو اپنی سلطنت کا ایک صوبہ قرار دیا جس کا صدر مقام اجمیر تھا۔ اسنے راجپوتوں سے دوستانہ تعلقات قایم کئے۔ وہ صرف یہ چاہتا تھا کہ وہ اس کو شہنشاہ مان لیں اور اپنی ریاستوں کے اندرونی انتظام کو اپنے ہاتھ ہی میں رکھیں۔ جے پور کے راجا کی لڑکی جیا رانی سے اس نے شادی کی جس کے بطن سے جہانگیر پیدا ہوا۔ رانی کے بھائی بھگوان داس اور بھتیجے مان سنگھ کو اس نے اعلیٰ عہدوں پر مقرر کیا۔ جب راجپوتانہ سے اکبر کو فرصت ملی تو اس نے گجرات۔ سندھ۔ کشمیر اور بنگال کو فتح کرکے اپنی سلطنت میں شامل کرلیا۔

دکن شمالی ہند کی طرح اکبر اپنا اقتدار دکن پر بھی قایم کرنا چاہتا تھا۔ سلطان خاندیس نے اس کی باجگذاری تسلیم کرلی تھی۔ دکن کے دوسرے سلاطین کے پاس اس نے سفارتیں بھیجیں لیکن انھیں کامیابی نہ ہوئی۔ چنانچہ اسنے

اپنے بیٹے شہزادہ مراد کے تحت احمدنگر پر حملہ کرنے کے لئے فوج روانہ کی۔

چاند سلطانہ

چاند سلطانہ نے مغلوں کا بہادری سے مقابلہ کیا۔ ایک مرتبہ جب فصیل میں رخنہ پڑ گیا تو چاند سلطانہ زرہ بکتر پہن، گھوڑے پر سوار ہو، خود وہاں پہنچ گئی اور سپاہیوں کی ہمت بڑھائی۔ جب فصیل درست ہوگئی اس وقت وہاں سے ہٹی۔ چاند سلطانہ کا یہ کارنامہ ہندوستان کی تاریخ میں ہمیشہ یاد رہے گا۔ کئی مہینے کے محاصرہ کے بعد مصالحت ہوگئی اور برار کا صوبہ سلطنت مغلیہ کے حوالے کردیا گیا۔ اسی اثناء میں چاند سلطانہ کو قتل کردیا گیا۔ ادھر اکبر خود فوج لے کر احمدنگر پر چڑھائی کرنے پہنچ گیا۔ احمدنگر تو فتح ہوگیا لیکن اس ریاست کے تمام علاقوں پر سلطنت مغلیہ کا قبضہ کچھ عرصے بعد تک نہ ہوسکا۔

ملکی اصلاحات

جب فتوحات سے فرصت ملی تو اکبر نے ملکی انتظام کی اصلاح کی

طرف توجہ کی۔ شیر شاہ نے اپنے عہد حکومت میں
جو بندوبست مالگزاری قایم کیا تھا وہ نہایت عمدہ
تھا۔ اکبر نے اس بندوبست کو ازسرنو جاری کیا۔ راجا
ٹوڈرمل نے جو اکبر کا وزیر مال تھا اس انتظام کو
پوری سلطنت مغلیہ میں نافذ کردیا۔ زمینوں کی
پیمائش کی گئی اور پیداوار کے لحاظ سے مالگزاری
مقرر کی گئی۔ اکبر نے فوجی اصلاح کے لئے منصبداری
کا طریقہ رائج کیا۔ ہر منصبدار کے لئے لازمی تھا کہ
وہ اپنے منصب کے مطابق سواروں اور گھوڑوں
کی مقررہ تعداد ہر وقت تیار رکھے۔ فوج کے خرچ
کے لئے منصب داروں کو جاگیریں دی جاتی ہیں۔
اکبر نے ہر چھوٹے سے چھوٹے شہر میں قاضی اور
میر عدل مقرر کئے۔

رواداری

اکبر چاہتا تھا کہ اپنی بے تعصبی سے
ہندو رعایا کے دلوں پر حکومت کرے۔
وہ ہر مذہب و ملت کے لوگوں سے رواداری
برتتا تھا۔ اس نے فتح پور سیکری میں ایک

اکبر بادشاہ

مطبوعہ آعظم اسٹیم پریس

مطبوعہ اعظم اسٹیم پریس
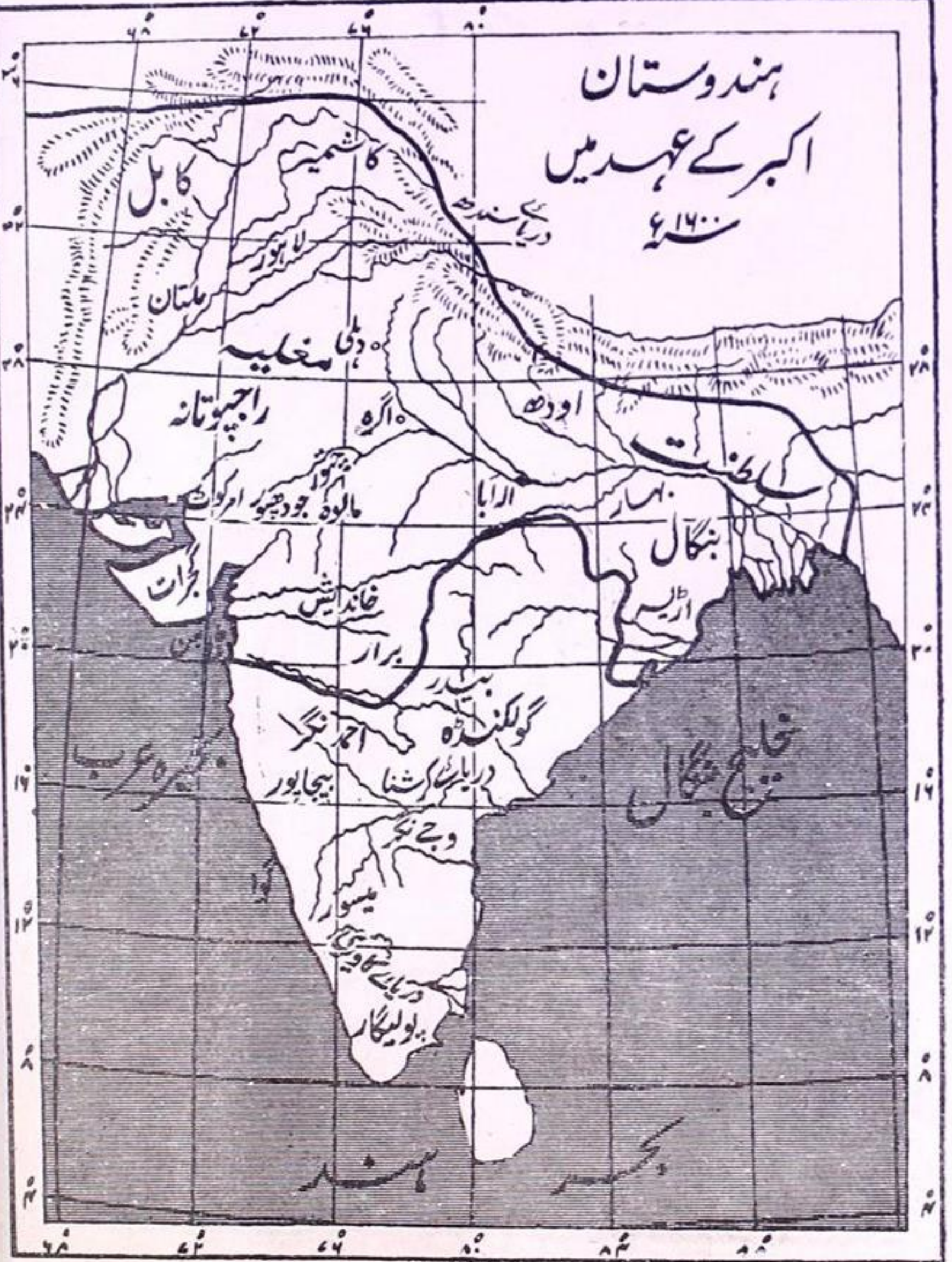
عبادت خانہ بنوایا تھا جہاں مختلف مذہبوں کے
عالم لوگ مذہبی بحثیں کیا کرتے تھے۔ اس نے
دنیا کے بڑے بڑے مذہبوں کے اصول کو ملا کر
ایک نیا مذہب نکالا جسے "دین الٰہی" کہتے ہیں۔
اکبر کے مرنے کے بعد یہ مذہب بھی ختم ہو گیا۔

صورت و سیرت اکبر میانہ قد۔ وجیہ اور تنومند
تھا۔ اس کا سینہ کشادہ اور اُبھرا
ہوا تھا۔ اس کے چہرے سے شاہی رعب ٹپکتا
تھا۔ وہ ہمیشہ کسی نہ کسی منصوبہ کو پورا کرنے کی
فکر میں رہتا تھا۔ اس کی طبیعت میں بہت سادگی
تھی۔ اس کی غذا کم تھی۔ دن بھر میں صرف ایک
مرتبہ کھاتا تھا۔ رات میں چھ گھنٹے سے زیادہ
کبھی نہیں سوتا تھا اور دن بھر بلا تکان کام
کرتا تھا۔

علم و فن سے دلچسپی اکبر کو فنون لطیفہ سے خاص
دلچسپی تھی۔ اس نے ایران سے
مصوروں کو بلا کر اپنے ہاں ملازم رکھا تھا تاکہ

وہ ہندی مصوروں کو تعلیم دیں۔ عمارتیں بنوانے کا بھی اس کو بے حد شوق تھا۔ آگرہ کا قلعہ اور فتح پور سیکری کی عمارتیں اس کی یادگار ہیں۔ وہ شاعروں کی بھی سرپرستی کرتا تھا۔ فیضی۔ عرفی اور نظیری جیسے باکمال شاعر اس کے دربار کی زینت تھے۔ اکبر نے ایک بڑا کتب خانہ قایم کیا تھا جس میں پانچ ہزار سے زیادہ قلمی کتابیں تھیں وہ دوسروں سے کتابیں پڑھوا کر سنا کرتا تھا۔ اس کا حافظہ نہایت عمدہ تھا۔ جو بات ایک دفعہ سن لے پھر کبھی بھولتا نہ تھا۔ اس نے سنسکرت کی متعدد کتابوں کا فارسی میں ترجمہ کرایا۔

مشق کے سوالات

(۱) اکبر کی پیدائش کن حالات میں ہوئی تھی۔

(۲) اکبر کی فتوحات کا حال بتاؤ۔

(۳) اس عہد میں جو ملکی اصلاحات رائج ہوئیں ان کی

نسبت تم کیا جانتے ہو۔

(۴) اکبر کے اخلاق و اوصاف بیان کرو۔

ضروری تاریخیں

اکبر کی ولادت	سنہ ۱۵۴۲ء
اکبر کا عہد حکومت	سنہ ۱۵۵۶ء تا سنہ ۱۶۰۵ء
چتوڑ کی فتح	سنہ ۱۵۶۸ء
گجرات کی فتح	سنہ ۱۵۷۳ء
احمد نگر پر قبضہ	سنہ ۱۶۰۰ء

چھٹا باب

سلطنت مغلیہ کا عروج

جہانگیر کی تخت نشینی

اکبر کی وفات پر اس کا لڑکا سلیم نور الدین جہانگیر کے لقب سے تخت نشین ہوا۔ اس کی حکومت

کے ابتدائی زمانے میں ملک میں بغاوتیں ہوئیں لیکن اس نے ان پر قابو پالیا اور ملک کی خوشحالی میں کوئی فرق نہیں پڑا۔ تخت نشین ہونے کے چھ سال بعد اس نے نورجہاں سے شادی کی جو ایک ایرانی افسر کی بیوہ تھی۔ جہانگیر نے حکومت کا سارا کام نورجہاں کے سپرد کر دیا۔ شاہی سکّوں اور مہروں پر ایک طرف بادشاہ کا نام کندہ ہوتا تھا اور دوسری طرف نورجہاں کا

نورجہاں کی قابلیت

نورجہاں نہایت عقل مند اور منتظم عورت تھی۔ اس نے ملک کے انتظام میں کسی قسم کی خرابی نہیں پیدا ہونے دی۔ وہ ہر انتظامی معاملہ کو دیکھتی اور رعایا کی بہبودی کے لئے قانون جاری کرتی تھی۔ بڑے بڑے افسر اس کا رعب مانتے تھے

آپس کے جھگڑے

نورجہاں کی ایک لڑکی شیر افگن سے تھی جس کی شادی جہانگیر کے چھوٹے لڑکے شہریار سے ہوئی تھی۔ اسکے

جہانگیر بادشاہ

مطبوعہ آعظم اسٹیم پریس

ملکہ نور جہاں

مطبوعہ آعظم اسٹیم پریس
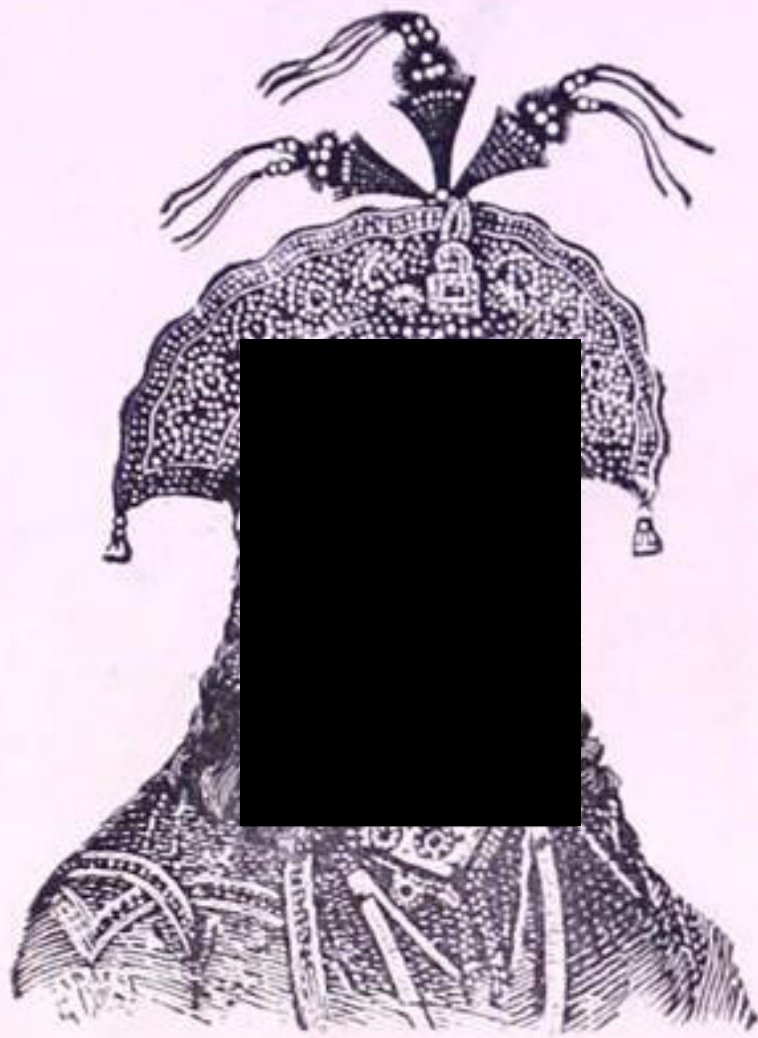
بھائی آصف خاں کی لڑکی ممتاز محل کی شادی شہزادۂ خرّم سے ہوئی تھی جو بعد میں شاہجہاں کے نام سے مشہور ہوا۔ نورجہاں اپنے داماد کو اور آصف خاں اپنے داماد کو ولی عہد بنوانا چاہتے تھے۔

خرّم کی بغاوت

نورجہاں نے بادشاہ سے حکم جاری کروادیا کہ شہزادۂ خرّم کی شمالی ہند کی سب جاگیریں شہزادہ شہریار کو دے دی جائیں۔ خرّم کو یہ حکم بہت ناگوار ہوا۔ اس نے باپ کے خلاف بغاوت کردی اور تین سال تک تلنگانہ۔ مالوہ اور بنگال میں پھرتا رہا۔ بالآخر جہانگیر نے اس کا قصور معاف کردیا اور باپ بیٹے میں میل ہوگیا۔ خرم کی سابقہ حیثیت بحال کردی گئی۔

مہابت خاں

مہابت خان فوج کا سپہ سالار تھا اس سے بھی نورجہاں کی اَن بَن رہتی تھی۔ مہابت خاں کا فوج پر بہت اثر تھا

ایک دفعہ جب جہانگیر کشمیر سے واپس آرہا تھا تو اس نے اس کو اور نورجہاں کو قید کرلیا۔ لیکن نورجہاں نے بڑی ہوشیاری سے محافظوں سے مل کر جہانگیر کو اور اپنے آپ کو مہابت خاں کی قید سے آزاد کرایا۔ مہابت خاں بھی باغی ہوگیا اور دکن کی طرف چلا گیا۔

سرطامس رو جہانگیر کے عہد حکومت میں سرطامس رو ہندوستان آیا تھا۔ وہ بادشاہ انگلستان کا سفیر تھا۔ وہ اس واسطے آیا تھا کہ جہانگیر سے ہندوستان میں انگریزی کمپنی کے لئے تجارت کی اجازت حاصل کرے۔ جہانگیر نے سرطامس رو کی خاطر مدارات کی اور انگریزی کمپنی کو تجارت کی اجازت دیدی۔

جہانگیر کی وفات جہانگیر کی صحت بے احتیاط زندگی کی وجہ سے خراب ہوگئی تھی۔ ۱۶۲۷ء میں جب وہ گرمیاں گزار کر کشمیر سے واپس آرہا تھا تو راستہ میں اس نے رحلت

کی اور لاہور میں دفن کیا گیا۔ وہ نہایت روشن خیال اور منصف مزاج بادشاہ تھا۔ اس نے آگرہ کے قلعہ کے باہر ایک زنجیر لٹکا دی تھی جس کا ایک سرا اس کی آرام گاہ میں تھا۔ ہر دادخواہ کو اس کی اجازت تھی کہ جب چاہے اس زنجیر کو ہلا دے اور بادشاہ کے حضور میں اپنی فریاد پیش کرے۔ وہ نہایت ذی علم تھا اور عالموں کی سرپرستی کرتا تھا۔

علم و فن کی ترقی

جہانگیر نہایت اعلیٰ پایہ کا ادیب تھا۔ اس نے اپنی زندگی کے حالات "توزک جہانگیری" میں لکھے ہیں۔ یہ کتاب فارسی ادب کے اعلیٰ نمونوں میں شمار کی جاتی ہے۔ جہانگیر کو خاص طور پر مصوّری سے لگاؤ تھا۔ اس فن کی اس زمانے میں بہت ترقی ہوئی۔

شہزادہ خُرّم کے کارنامے

جب ملک میں کسی جگہ بد امنی ہوتی تھی

تو جہانگیر شہزادہ خرّم کو انتظام قایم کرنے کے لئے بھیجا کرتا تھا۔ چتوڑ کے رانا نے سر اٹھایا تو خرّم نے اس پر فوجکشی کی اور چتوڑ کو فتح کرکے رانا کو سلطنت مغلیہ کا باجگزار بنایا۔

ملک عنبر کی کامیابی

اسی زمانے میں نظام شاہی امیر ملک عنبر نے جو اصل میں حبشی غلام تھا دکن میں مغلوں کے علاقوں پر قبضہ کرلیا تھا۔ جہانگیر نے پہلے شہزادہ پرویز کو دکن کی مہم پر مامور کیا۔ ملک عنبر نے پرویز کو شکست دی۔ اس سے شاہی افواج کی بڑی بے رعبی ہوئی۔ بالآخر جہانگیر نے اسے واپس بلالیا اور شہزادۂ خرّم کو دکن روانہ کیا۔ اس کی عقلمندی اور دلیری سارے ہندوستان میں مشہور تھی۔ بیجاپور اور گولکنڈہ کے سلاطین نے بغیر لڑے ہوئے اس سے مصالحت کرلی اور وعدہ کیا کہ آئندہ ملک عنبر کی مدد نہ کریں گے۔

ملک عنبر اور شہزادۂ خرم میں مصالحت

جب

ملک عنبر نے دیکھا کہ وہ تنہا رہ گیا اور شاہجہاں کا مقابلہ نہیں کرسکتا تو اس نے بھی مصالحت کی گفت و شنید شروع کردی۔ اس اثناء میں خرم نے اس کے صدر مقام کھڑکی (اورنگ آباد) کو فتح کرلیا تھا۔ مجبور ہوکر ملک عنبر نے صلح کرلی اور یہ طے ہوا کہ اکبر کے زمانے سے اُس وقت تک دکن میں مغلوں نے جو علاقے فتح کئے تھے ان سے وہ دست بردار ہوجائے گا۔ ملک عنبر نے مغل شہنشاہ کی باجگزاری بھی تسلیم کرلی اور پچاس لاکھ روپیہ دینا منظور کیا۔ شہزادہ کی اس غیر معمولی کامیابی اور کارگزاری پر جہانگیر نے اس کو "شاہ جہاں" کا خطاب عطا کیا۔ آئندہ وہ اسی نام سے تاریخ میں مشہور ہوا۔

شاہ جہاں کا بادشاہ ہونا

جہانگیر کی وفات کی خبر سنکر شاہ جہاں دکن سے شمالی ہند روانہ ہوگیا۔ نورجہاں اپنے داماد شہریار کو تخت نشین کرانا چاہتی تھی جو شاہجہاں کا چھوٹا

بھائی تھا۔ لیکن آصف خاں کی کوشش سے فوجی سرداروں نے شاہ جہاں کا ساتھ دیا اور وہ تخت و تاج کا مالک ہوا۔

سلاطین دکن بادشاہ ہونے کے بعد شاہجہاں نے دکن کی طرف توجہ کی۔ اس لئے کہ یہاں ایک شاہی فوج کے افسر خان جہاں لودھی نے اس کے خلاف بغاوت کردی تھی اور وہ سلاطین دکن کو ساتھ ملاکر اس کے خلاف فوجکشی کرنے کی فکر میں تھا۔ ملک عنبر کی وفات پر اس کا بیٹا فتح خاں نظام شاہی سلطنت کا مختار کُل بن گیا تھا۔ اس نے بھی خان جہاں لودھی کی مدد کی۔ چنانچہ شاہ جہاں نے بذات خود ایک زبردست فوج لے کر دکن کی طرف کوچ کیا۔ اسنے دولت آباد پر قبضہ کرکے سلطنت احمد نگر کے تمام علاقوں کو اپنی سلطنت میں شامل کرلیا۔ حسین نظام شاہ گرفتار ہوا اور گوالیار کے قلعہ میں نظر بند کیا گیا جہاں اس نے اپنی باقی

شاہ جہاں

ممتاز محل بیگم

مطبوعہ آعظم اسٹیم پریس
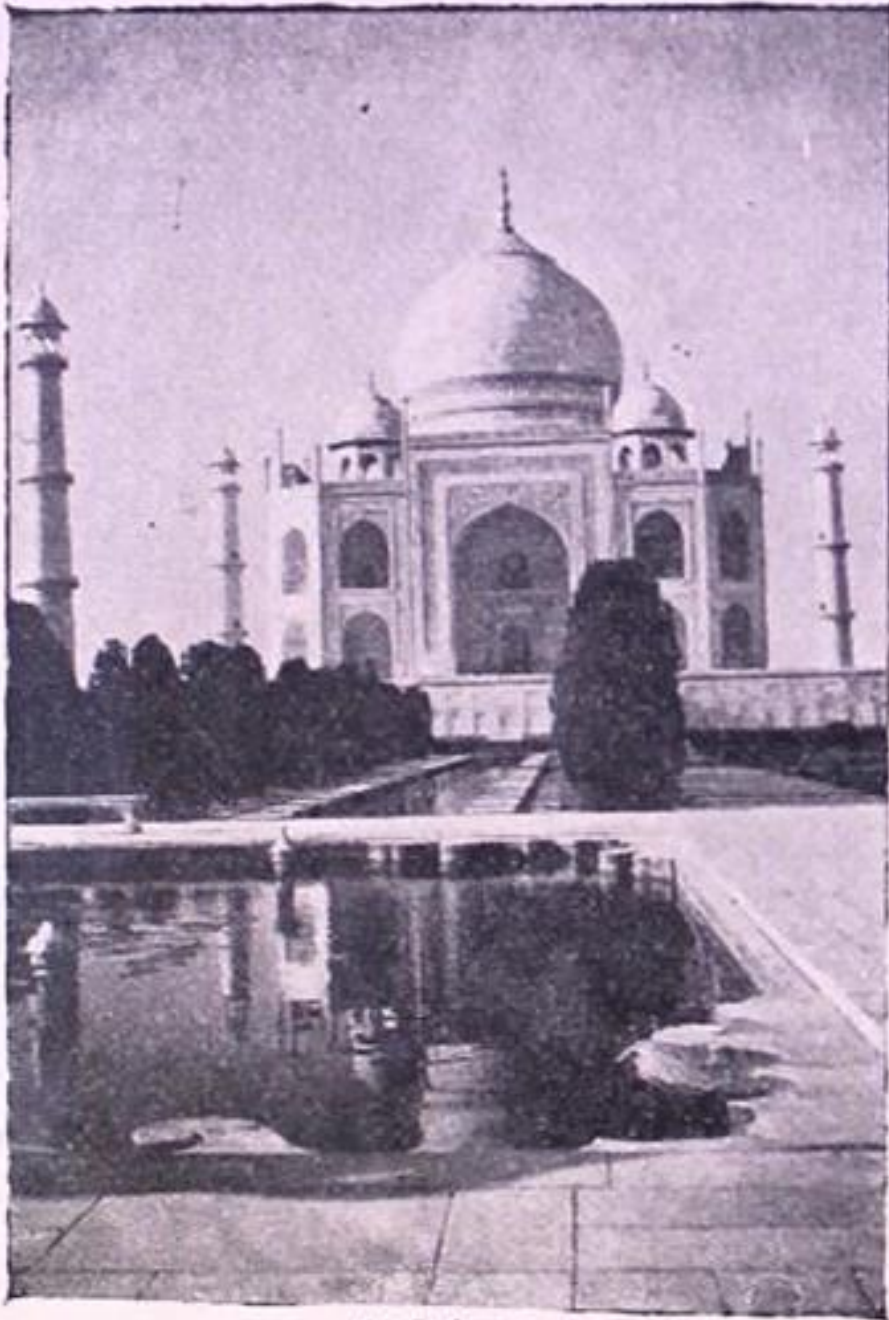
تاج محل آگرہ

عمر گزاری ۔ خان جہاں لودھی نے شکست کھائی۔ ملک عنبر کے بیٹے فتح خاں نے سلطنت مغلیہ میں منصب اور مراتب قبول کر لئے۔ گولکنڈہ اور بیجاپور کے سلاطین نے شہنشاہ دہلی کی سیادت تسلیم کر لی اور سالانہ خراج ادا کرنے کا وعدہ کیا۔ دکن کے علاقوں کا جو نیا صوبہ بنایا گیا اس کا حاکم شہزادہ اورنگ زیب کو مقرر کیا گیا۔

شان و شوکت

شاہ جہاں نے تیس سال تک نہایت شان و شوکت سے حکومت کی۔ اس کے عہد میں سلطنت مغلیہ اپنے انتہائی عروج پر تھی۔ شاہی خزانہ بھرپور تھا۔ اس زمانے میں جو یورپین سیاح ہندوستان آئے ان کے بیانوں سے معلوم ہوتا ہے کہ سلطنت مغلیہ کی دولت و ثروت دیکھ کر وہ دنگ رہ گئے تھے۔ ملک کے عمدہ انتظام کی بدولت تجارت اور صنعت و حرفت کو بڑی ترقی ہوئی۔

شاہجہاں کے زمانے کی عمارتیں

شاہ جہاں نے اپنی بیگم ممتاز محل کے انتقال پر آگرہ میں جو مقبرہ بنوایا وہ دنیا کی عجیب و غریب عمارتوں میں شمار ہوتا ہے۔ اس کا نام "تاج محل" ہے۔ اس کے بنانے اور سجانے کے لئے دُور دُور سے کاریگر اور صنّاع بلوائے گئے۔ یہ خالص سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے اور اس پر قیمتی پتھروں کی گُل کاری نہایت خوبی سے کی گئی ہے۔ تاج محل کے علاوہ شاہجہاں کے عہد میں آگرہ کے قلعہ کی موتی مسجد۔ دہلی کی جامع مسجد اور لال قلعہ بھی تعمیر ہوئے جو مغلوں کی بہترین عمارتوں میں شمار کیئے جاتے ہیں۔

تخت طاؤس

شاہجہاں نے ایک تخت بنوایا جس کی شکل ناچتے ہوئے مور کے مانند تھی۔ اس کو "تخت طاؤس" کہتے ہیں۔ اس کے بنانے میں سات کروڑ کی لاگت آئی۔ یہ تخت سونے کا تھا اور اس میں قیمتی جواہرات جڑے ہوئے تھے۔

جانشینی کا جھگڑا

شاہجہاں کی عمر کا آخری زمانہ بہت رنج میں گزرا۔ اس کے چار بیٹے تھے۔سب سے بڑا دارا شکوہ تھا جو باپ کے ساتھ رہا کرتا تھا۔دوسرا شجاع تھا جو بنگال کا صوبہ دار تھا۔تیسرا اورنگ زیب تھا جو دکن کا صوبہ دار تھا اور سب سے چھوٹا مراد تھا جو گجرات کا صوبہ دار تھا۔ ۱۶۵۸ء میں شاہجہاں بہت سخت بیمار ہوا۔ بچنے کی امید نہ رہی۔ اسکی اطلاع جب اس کے بیٹوں کو ہوئی تو انھوں نے تخت نشینی کی کوشش شروع کی۔اورنگ زیب نے شجاع اور مراد سے مل کر دارا شکوہ کو شکست دی۔بعد میں شجاع اور مراد کو بھی بیدخل کرکے اورنگ زیب نے غلبہ حاصل کرلیا۔ اسنے شاہجہاں کو آگرہ کے قلعہ میں نظر بند کرکے خود اپنی بادشاہی کا اعلان کردیا۔

اورنگ زیب کی ابتدائی زندگی

اورنگ زیب کی عمر ۲۰ سال کی تھی جبکہ اس کو شاہجہاں نے

پہلی مرتبہ دکنی مقبوضات کا صوبہ دار بنا کر بھیجا۔ اورنگ زیب نے کھڑکی کے شہر کو اپنا صدر مقام بنایا اور اس کا نام اورنگ آباد رکھا۔ اس نے دکن کے مغلیہ علاقوں میں نہایت عمدہ انتظامات قایم کئے۔ اس کا بڑا بھائی دارا شکوہ اس سے حسد کرتا تھا۔ دارا شکوہ کا شاہجہاں پر بہت اثر تھا۔ چنانچہ اس کے کہنے سے بادشاہ نے اورنگ زیب کو احکام بھجوائے کہ فوراً دکن سے سیدھے کابل روانہ ہو جاؤ اور اُزبکوں کی سرکوبی کرو۔ اورنگ زیب فوراً کابل روانہ ہوگیا۔

دارا شکوہ سمجھتا تھا کہ اورنگ زیب کو افغانستان میں اگر کامیابی نہ ہوئی تو یہ کہنے کو ہو جائے گا کہ اورنگ زیب ناکام رہا۔ لیکن اورنگ زیب نے اپنے بھائی کو یہ کہنے کا موقع نہیں دیا۔ اس نے اُزبکوں پر پے در پے حملے کئے اور ان کے سرداروں سے اطاعت منوالی۔

دکن کی صوبہ داری	جب دکن میں حالات بگڑنے

لگے تو شاہجہاں نے پھر اورنگ زیب کو دکن کی صوبہ داری پر مامور کیا۔ اس دفعہ اس کو یہاں کافی رہنے کا موقع ملا۔ اس نے مختلف انتظامی اصلاحات رائج کیں۔ اس کی سب سے اہم اصلاح بندوبست اراضی اور مالگزاری کی تنظیم ہے۔ اکبر کے زمانے سے شمالی ہندوستان میں مالگزاری کے متعلق جو قواعد نافذ تھے انھیں کو دکن میں جاری کیا گیا۔

اورنگ زیب کی تخت نشینی

اپنے بھائیوں پر غلبہ پانے کے بعد اورنگ زیب کو تخت و تاج ملا۔ بادشاہ ہونے کے بعد اس نے سب سے پہلے دربار کی اصلاح کی۔ وہ ظاہری شان و شوکت کو ناپسند کرتا تھا۔ اس کی سادگی دیکھ کر امیر لوگوں میں بھی سادگی پیدا ہوگئی۔

لڑائیاں اور فتوحات

اس نے اپنے مشہور سردار میر جملہ کے تحت آسام اور اراکان کی فتح کے لئے فوج روانہ کی۔ ان علاقوں کے فتح ہونے سے افغانستان

سے لے کر برما کی سرحد تک پورا شمالی ہند اس کے ماتحت ہوگیا۔ شمال اور مغربی سرحد پر یوسف زئی اور آفریدی قبائل نے سلطنت مغلیہ کا جوا اتار پھینکا تھا۔ چنانچہ اورنگ زیب نے خود ان کے خلاف فوج کشی کی اور ان کی سرکوبی کی۔ اس کے بعد سکھوں اور جاٹوں کی بغاوت کو اس نے فرو کیا۔ ابھی وہ ادھر سے فارغ ہوا ہی تھا کہ راجپوتانہ میں فتنہ و فساد پیدا ہوگیا۔ اس نے اپنے بیٹے شہزادہ اکبر کو راجپوتوں کی بغاوت فرو کرنے کو روانہ کیا لیکن وہ اُن سے مل گیا۔ اس کی اطلاع ملنے پر اورنگ زیب خود راجپوتانہ گیا۔ شہزادہ اکبر دکن بھاگ گیا اور پھر وہاں سے جہاز پر ایران چلا گیا۔ راجا اودے پور نے پہلے مقابلہ کیا لیکن مجبور ہوکر مصالحت کرلی اور شاہی باجگزاری تسلیم کرلی۔

سلاطین دکن

اس زمانے میں مرہٹوں کی قوت دکن میں بہت بڑھ گئی تھی۔

انھوں نے شہر برہان پور اور مغلوں کے علاقوں پر چھاپے مارنے شروع کر دئے تھے۔ انھیں بیجاپور اور گولکنڈہ سے پوری مدد مل رہی تھی۔ چنانچہ راجپوتانہ سے بجائے شمالی ہند جانے کے اورنگ زیب سیدھا دکن روانہ ہوگیا۔ اس نے اپنی عمر کے آخری ۲۷ سال یہیں صرف کئے۔

بیجاپور اور گولکنڈہ

جس زمانے میں اورنگ زیب دکن کا صوبہ دار تھا اسی وقت سے وہ بیجاپور اور گولکنڈہ کو سلطنت مغلیہ میں شامل کرنا چاہتا تھا لیکن شاہجہاں نے اس کو اس ارادہ سے باز رکھا۔ اب اس نے پہلے بیجاپور پر فوجکشی کی۔ ۱۶۸۶ء میں اس پر قبضہ ہوجانے کے بعد اس نے گولکنڈہ پر حملہ کیا۔ ابوالحسن تانا شاہ اور اس کے افسروں نے بڑی بہادری سے مقابلہ کیا۔ عبدالرزاق لاری اور اس کے ساتھیوں کے نام تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہیں گے۔ لیکن بالآخر ۱۶۸۷ء میں گولکنڈہ پر اورنگ زیب کا قبضہ ہوگیا اور تانا شاہ نے

باقی عمر نظر بندی میں گزاری۔ بیجا پور اور گولکنڈہ کی ریاستوں کے سب علاقے سلطنت مغلیہ میں شامل کر لئے گئے۔

مرہٹوں سے لڑائی

اب اورنگ زیب مرہٹوں کی طرف متوجہ ہوا۔ سیواجی کے بیٹے سنبھاجی کے مارے جانے کے بعد مرہٹہ سردار برابر لڑتے رہے اور دکن میں امن و امان قایم نہ ہو سکا۔ اورنگ زیب نے مرہٹوں کی حکومت کا خاتمہ کر دیا لیکن ان کے بعض جتھے موجود رہے اور وہ شاہی علاقوں پر حملے کرتے رہے۔ غرض کہ مرہٹوں سے لڑائی کا سلسلہ برابر جاری تھا جب کہ ۸۹ برس کی عمر میں اورنگ زیب کا احمدنگر میں انتقال ہوا۔ اس کی لاش خلد آباد لائی گئی اور وہیں تدفین ہوئی۔

اخلاق وعادات

اورنگ زیب بڑا فرض شناس بادشاہ تھا۔ بڑھاپے میں بھی وہ دور دراز مافتوں کو بلا تکلف فوجوں کے ساتھ طے کرتا تھا۔ وہ شاہی خزانے سے اپنے ذاتی خرچ کے لئے کچھ

اورنگ زیب بادشاہ

مطبوعہ آعظم اسٹیم پریس

مطبوعہ عظیم اسٹیم پریس
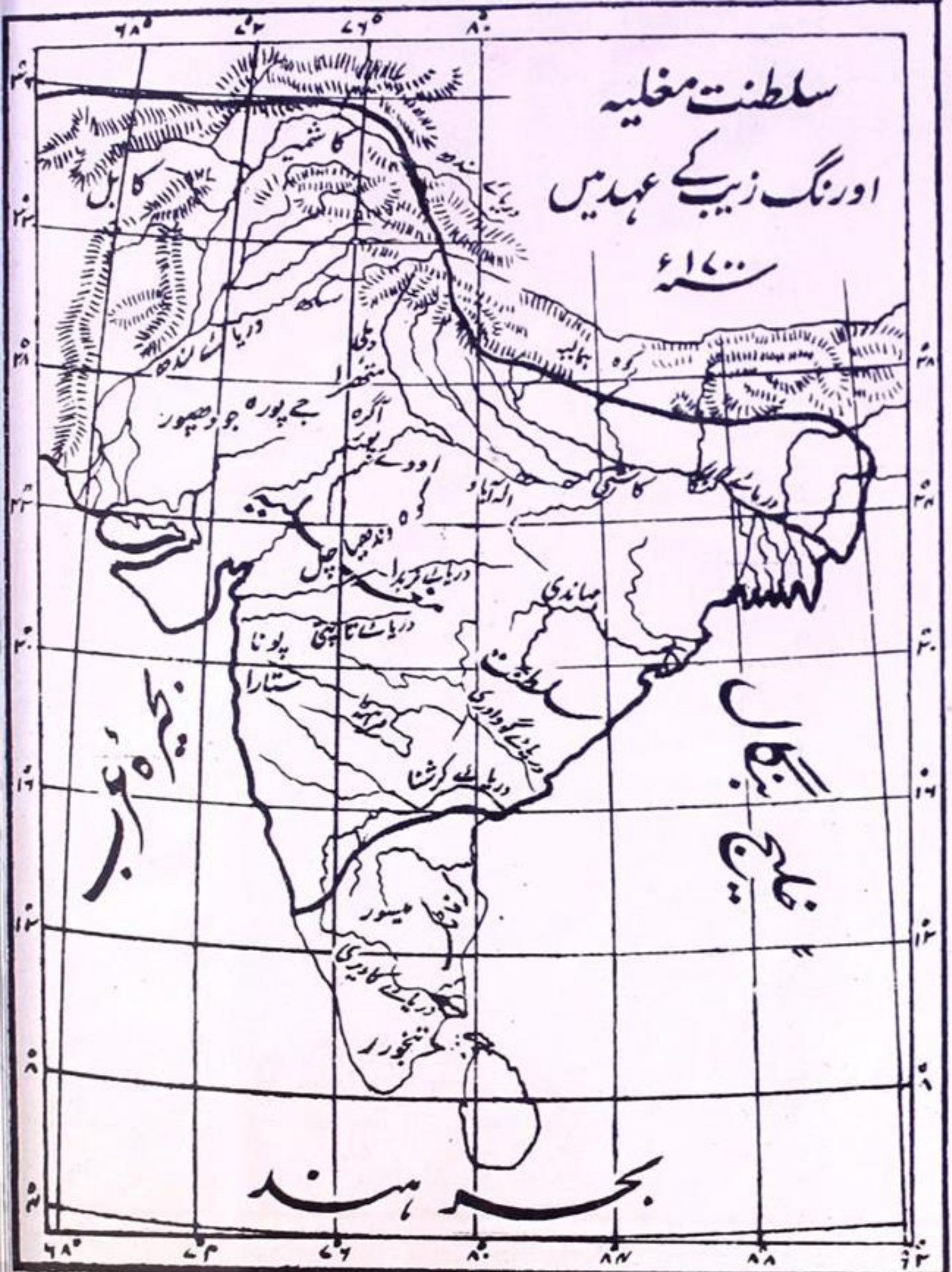
نہیں لیتا تھا بلکہ قرآن کی کتابت سے جو کچھ بھی ملتا اس سے وہ اپنا خرچ چلاتا تھا۔ ہر معروضہ اور تجویز کو خود پڑھتا تھا اور اپنے قلم سے اس پر حکم لکھتا تھا۔

جانشین اورنگ زیب کے جانشینوں میں کوئی اس کی طرح قابل اور اولوالعزم نہیں نکلا جو اس کی وسیع سلطنت کا انتظام سنبھال سکتا۔ بہادر شاہ۔ فرخ سیر، محمد شاہ اور احمد شاہ کے عہد حکومت میں مرہٹوں اور سکھوں کی قوت بہت بڑھ گئی۔ ایران کے بادشاہ نادر شاہ اور احمد شاہ ابدالی والئی افغانستان کے حملے نے سلطنت مغلیہ کی بنیادوں کو ہلا دیا۔ دور دراز صوبوں کے صوبہ دار آزاد ہو گئے اور مغل بادشاہ کی حکومت دہلی اور اُس کے آس پاس کے علاقوں تک محدود رہ گئی۔

مشق کے سوالات

(۱) شہزادہ خرم نے سلاطین دکن اور ملک عنبر سے کن

شرائط پر مصالحت کی تھی۔

(۲) بادشاہ ہونے کے بعد شاہجہاں نے دکن میں کیا انتظام کیا؟

(۳) شاہجہاں کے زمانے کی مشہور عمارتیں کون کون سی ہیں۔

(۴) جب اورنگ زیب شہزادہ تھا تو اس انتظامی قابلیت کا کن موقعوں پر ثبوت دیا۔

(۵) اورنگ زیب کی دکن پر فوجکشی اور تسخیر بیجاپور اور گولکنڈہ کا حال بتاؤ۔

(۶) اورنگ زیب کے اخلاق و عادات کے متعلق تم کیا جانتے ہو؟

ضروری تاریخیں

احمد نگر کی سلطنت پر مغلوں کا قبضہ	۱۶۳۶ء
گولکنڈہ اور بیجاپور سے مصالحت	۱۶۳۶ء
جانشینی کا جھگڑا	۱۶۵۸ء
اورنگ زیب کا عہد حکومت	۱۶۵۹ء تا ۱۷۰۷ء
تسخیر بیجاپور	۱۶۸۶ء
تسخیر گولکنڈہ	۱۶۸۷ء

ساتواں باب

مرہٹوں کا عروج

سیواجی

سیواجی کا باپ شاہ جی بھونسلا محمد عادلشاہ والئی بیجاپور کی ملازمت میں تھا۔ اس کی خدمات کے صلہ میں پونا اور سوپا کے علاقے اس کو بطور جاگیر عطا ہوئے اور بعد میں اس کو کرناٹک کا صوبہ دار بنا دیا گیا۔ سیواجی کے بچپن کے زمانے میں دکن میں بڑی افرا تفری پھیلی ہوئی تھی۔ احمد نگر کے علاقے سلطنت مغلیہ میں شامل ہو چکے تھے۔ بیجاپور کی سلطنت اندرونی جھگڑوں

کی وجہ سے دن بدن کمزور ہورہی تھی۔ اس زمانے میں مرہٹوں میں عام بیداری پیدا ہونے لگی۔ ملک عنبر نے انھیں چھاپے مارنے کی جنگ کے گُر سکھائے۔ اس طرح مرہٹوں کو آہستہ آہستہ اپنی قوت کا احساس پیدا ہو گیا۔ سیواجی نے ان حالات میں ہوش سنبھالا۔

سیواجی کی ملک گیری

سلطنت بیجاپور کی کمزوری سے فائدہ اٹھاکر سیواجی نے پونا کے قریب کے قلعوں پر اپنا قبضہ جمایا۔ اس نے جب تورنا کا قلعہ فتح کیا تو وہاں اس کو شاہی خزانہ مل گیا۔ کچھ رقم تو اس نے اپنے ساتھیوں کو خوش کرنے کے لئے انھیں تقسیم کردی اور باقی کو اس نے فوج بھرتی کرنے کے لئے استعمال کیا۔ افضل خاں اس کے مقابلہ کے لئے بھیجا گیا لیکن ملاقات کے وقت سیواجی نے اس کے پیٹ میں لوہے کے پنجہ کا دستانہ جو وہ پہنے ہوئے تھا بھونک دیا اور اس کا کام تمام کر دیا۔ اب

سیواجی

مطبوعہ آعظم اسٹیم پریس

اس کے ساتھیوں کی ہمت بلند ہوئی اور انھوں نے سلطنت مغلیہ کے علاقوں پر بھی چھاپے مارنے شروع کیے۔ اس زمانے میں دکن میں شائستہ خاں مغل صوبہ دار تھا۔ سیواجی اور اس کے ساتھی ایک اندھیری رات کو اس کے خیمہ میں گھس گئے اور شائستہ خاں نے زخمی ہوکر بڑی مشکل سے جان بچائی۔ اورنگ زیب نے مہاراجا جے سنگھ کو سیواجی کے مقابلے کے لئے بھیجا۔ اس نے سیواجی کو کئی جگہ شکست دی اور اس کے قلعے چھین لئے۔

سیواجی کا شاہی منصب قبول کرنا

بالآخر سیواجی نے مجبور ہوکر مہاراجا جے سنگھ سے مصالحت کرلی۔ مہاراجا جے سنگھ کی سفارش پر اورنگ زیب نے اس کو پنج ہزاری کا منصب عطا کیا۔ اگلے سال وہ شاہی دربار میں حاضری کے لئے گیا۔ دربار میں اس کو تیسری صف میں اور دوسرے پنج ہزاری امرار کی طرح جگہ دی گئی۔ یہ بات سیواجی کو ناگوار ہوئی اور اس نے اس کی نسبت وہیں

دربار میں اظہار بھی کر دیا۔ چنانچہ اس پر سرکاری نگرانی قایم کر دی گئی۔ لیکن وہ بھیس بدل کر بڑی ترکیب سے نکل بھاگا اور اوڑیسہ اور وسط ہند ہوتا ہوا دکن واپس پہونچا۔

سیواجی کی رسم تاجپوشی

دکن پہونچکر اس نے جنگ کی تیاری شروع کر دی اور مغل علاقوں پر چھاپے مارنے لگا۔ ۱۶۷۴ء میں اس نے رائے گڑھ کو اپنا صدر مقام بنایا اور نہایت شان و شوکت سے اپنی تاجپوشی کی رسم ادا کی اور اپنی خودمختاری کا اعلان کر دیا۔

ملکی انتظام

سیواجی بڑا منتظم شخص تھا۔ اس نے ان علاقوں میں جو اس کے تحت تھے عمدہ انتظام قایم کرنے کی کوشش کی۔ اس نے ملکی نظم و نسق کے لئے آٹھ وزیروں کی ایک مجلس مقرر کی۔ پیشوا کا رتبہ وزیر اعظم کے برابر سمجھا جاتا تھا۔ کچھ عرصے بعد یہ عہدہ موروثی ہوگیا اور پیشواؤں نے بڑی قوت حاصل کر لی۔ سیواجی نے مالگزاری کے

انتظام میں مغلوں کے بندوبست کی پیروی کی جو دکن میں رائج ہو چکا تھا۔

اخلاق و عادات

سیواجی اپنے دھرم کا پابند تھا۔ اسے مذہبی کتابیں پڑھوا کر سننے کا شوق تھا۔ نوجوانی کے زمانے سے اس میں سرگروہ بننے کی صلاحیت تھی۔ چنانچہ مہاراشٹر کے منچلے نوجوان اس کے گرد جمع رہتے تھے اور اس کے اشارہ پر چلتے تھے۔ وہ نہایت محنتی، جفاکش اور مردم شناس تھا۔

پیشواؤں کی قوت

سیواجی کی وفات پر اس کا بیٹا سمبھاجی اس کا جانشین ہوا۔ اس کے مارے جانے کے بعد اس کا بیٹا ساہو راجا ہوا۔ اس کے عہد حکومت میں مرہٹوں میں آپس میں پھوٹ پڑ گئی تھی جس کے سبب سے ان کی قوت کو نقصان پہونچا۔ راجا ساہو کی حکومت محض برائے نام تھی۔ پیشوا نے جو ایک عہدہ دار تھا اقتدار حاصل کر لیا تھا۔

پیشوا بالاجی وشوا ناتھ اور اس کے بیٹے پیشوا باجی راؤ نے مرہٹوں کی ریاست کو مستحکم کیا۔ مرہٹہ سرداروں نے دکن اور مالوہ میں چوتھ وصول کرنی شروع کی اور سلطنت مغلیہ کو تاخت و تاراج کر ڈالا۔

نظام الملک آصف جاہ اول

نواب نظام الملک آصف جاہ اول نے پیشوا کا مقابلہ کیا اور دکن کو مرہٹوں کے اثر سے بچا لیا۔ نواب موصوف کا یہ بڑا کارنامہ تھا کہ جب انھوں نے دیکھا کہ سلطنت مغلیہ کمزور ہوگئی ہے تو انھوں نے دکن کو بچانے کی فکر کی۔ چنانچہ انھیں کی دانشمندی کا نتیجہ ہے کہ آج تک دکن پر ان کے خاندان کی حکومت قایم ہے۔

مرہٹوں کی کمزوری

پیشوا باجی راؤ کے زمانے میں مرہٹہ سرداروں میں اختلاف پیدا ہوگیا اور ان کی چار ریاستیں وجود میں آئیں۔ راگھوجی بھونسلا نے ناگپور کو اپنی راجدھانی بنایا' پیلاجی گیکواڑ نے گجرات پر قبضہ کیا' رانوجی سندھیا نے

نواب میر قمرالدین خاں فتح جنگ نظام الملک آصف جاہ اول

گوالیار کی ریاست کی بنا ڈالی اور ملہارراؤ ہلکر نے اندور کی ریاست قایم کی۔ شروع شروع میں یہ سردار پیشوا کے اقتدار کو مانتے تھے لیکن کچھ عرصہ بعد وہ خود مختار ہو گئے۔ ۱۷۶۱ء میں جب احمد شاہ ابدالی والئ افغانستان نے شمالی ہندوستان پر حملہ کیا تو سب مرہٹہ سرداروں نے ملکر پانی پت کے مقام پر اس کا مقابلہ کیا لیکن شکست کھائی۔ اس کے بعد مرہٹوں کی طاقت کمزور پڑ گئی اور ان کے آپس کے اختلافات بھی بڑھ گئے۔ یہی وجہ ہے کہ مرہٹے سارے ہندوستان میں کوئی مرکزی حکومت قایم نہ کر سکے۔

مشق کے سوالات

(۱) سیواجی نے ملک گیری کی ابتدا کس طرح کی۔

(۲) سیواجی کے ملکی انتظام کے متعلق تم کیا جانتے ہو۔

(۳) پیشواؤں نے کس طرح قوت حاصل کی؟

(۴) نظام الملک آصفجاہ اول کا کیا کارنامہ یادگار رہے گا؟

ضروری تاریخیں

سیواجی کی تاج پوشی	سنہ ۱۶۷۴ء
سیواجی کی وفات	سنہ ۱۶۸۰ء
بالاجی وشواناتھ کا عہد حکومت	سنہ ۱۷۱۳ء تا سنہ ۱۷۲۰ء
نظام الملک آصفجاہ اول کا عہد حکومت	سنہ ۱۷۲۴ء تا سنہ ۱۷۴۸ء
باجی راؤ کا عہد حکومت	سنہ ۱۷۲۰ء تا سنہ ۱۷۴۰ء
جنگ پانی پت	سنہ ۱۷۶۱ء

آٹھواں باب

عہدِ وسطیٰ کی تہذیب و تمدن

مذہب و معاشرت | ہندوستان میں عہد وسطیٰ میں

ہندو اور مسلمانوں کے دو مذہبی گروہ موجود تھے۔ اگرچہ جینی۔ بدھ اور پارسی بھی تھے لیکن ان کی تعداد بہت کم تھی۔ شمالی ہندوستان پر ترکوں کا قبضہ ہو جانے سے بہت سے ترک اور افغان ہندوستان میں آکر آباد ہو گئے۔ اگرچہ ان لوگوں کا مذہب اور ان کے رسم و رواج یہاں کے باشندوں سے مختلف تھے لیکن وہ بہت جلد ان کے ساتھ مل جل کر رہنے لگے اور انھوں نے اپنی زندگی اس ملک کے ساتھ وابستہ کر لی۔

نانک، کبیر ایکناتھ اور تکارام

اسلامی اثر سے ہندوستان میں ایک زبردست مذہبی تحریک پیدا ہوئی جسے بھگتی کی تحریک کہتے ہیں۔ اسکے حامی انسانوں کی مساوات کے قائل اور ذات پات کے مخالف تھے۔ نانک اور کبیر نے شمالی ہندوستان میں اور ایکناتھ اور تکارام نے دکن اور جنوبی ہند میں بھگتی کے خیالات کو پھیلایا ان مُصلحوں نے خدا کی وحدانیت کا پرچار کیا

اور مورتی پوجا کی مخالفت کی۔

کئی صدیوں میں ہندوستان میں رہنے سہنے سے مسلمانوں نے بھی اس ملک کے رسم و رواج کو قبول کرلیا۔ اس طرح ہندوؤں اور مسلمانوں کی زندگی میں بعض مشترک اصول پیدا ہوگئے جنکے سبب سے وہ ایک دوسرے سے قریب ہوگئے۔ ان کی روزمرہ کی زندگی۔ لباس۔ تہوار۔ تفریح اور ورزش کے طریقوں میں یکسانیت پیدا ہوگئی۔ ترکوں اور مغلوں کی معاشرت کا معیار بلند تھا۔ ان کے اثر سے اہل ہند کی پوشاک۔ خوراک اور معاشرت میں تبدیلی پیدا ہوئی۔ خاص طور پر ہندوستان کے طبقۂ امرا نے سارے ملک میں ان کی تقلید کی

عورتوں کی حالت

مغل اپنی عورتوں کی بہت عزّت کرتے تھے۔ جب بابر کی بیگم کابل سے دہلی آئی تو وہ اس کے استقبال کو شہر سے کئی میل باہر گیا۔ بیگم نے ہر چند کہا کہ گھوڑے پر سوار ہوجاؤ لیکن وہ اس کی

پالکی کے ساتھ پیدل شہر میں داخل ہوا۔ نور جہاں نے مختلف قسم کے زیورات اور عطر ایجاد کیے اور ملک میں ان کا رواج ہوا۔ اس زمانے میں عورتیں نہایت اعلیٰ تعلیم حاصل کیا کرتی تھیں۔ اورنگ زیب کی بیٹی زیب النساء بڑی عمدہ شاعر اور عالم تھی۔ اس کے کتب خانہ میں کئی ہزار قلمی نسخے تھے۔ وہ اہل علم کی سرپرستی کرتی تھی۔

ملکی انتظام

ترک، پٹھان اور مغل بادشاہوں نے ہندوستان میں نہایت عمدہ انتظام قایم کیا۔ انھوں نے رعایا کی فلاح وبہبود کا پورا خیال رکھا۔ انصاف کے معاملہ میں کسی قسم کی رعایت نہیں کی جاتی تھی۔ محصول بس اتنے وصول کیے جاتے تھے کہ جس سے رعایا بد دل نہ ہو۔ اکبر کے عہد حکومت میں مالگزاری کا جو طریقہ رائج کیا گیا وہ آخر تک قایم رہا۔ مغلوں کے زوال کے بعد جب انگریزوں نے اپنی عملداری ہندوستان میں قایم کی تو انھوں نے بھی اسی طریقے کو

تھوڑی بہت تبدیلی کے ساتھ برقرار رکھا۔ ڈاک کا
انتظام اس زمانے کے لحاظ سے بہت اچھا تھا۔
ابن بطوطہ نے اس پر تعجب ظاہر کیا کہ کس قدر
جلد ملک کے ایک حصّے سے دوسرے حصّے میں
خبریں پہونچ جاتی تھیں۔

تجارت اور صنعت وحرفت

ترکوں اور مغلوں کے عہد حکومت
میں ہندوستان کا تعلق ایشیا کے
دوسرے ملکوں سے بہت گہرا
ہوگیا۔ اس ملک کی بنی ہوئی چیزیں خشکی کے راستہ
سے ایشیا کے سب ملکوں کو جانے لگیں۔ سمندر
کے راستے سے عرب لوگ یہاں کا سامان یورپ
کی منڈیوں کو لے جاتے تھے۔ لیکن پندرھویں
صدی کے آخر میں پرتگالیوں نے عربوں کو ہندوستان
کی تجارت سے بے دخل کردیا اور ساحلی علاقوں میں
اپنی کوٹھیاں قایم کیں۔ کچھ عرصے بعد ڈچ۔ انگریز
اور فرانسیسی تاجروں نے بھی ہندوستان سے تجارت
شروع کردی۔ اس زمانے میں یورپ کے بہت سے

سیاح سیر و تفریح کے لئے یا تجارتی حالات کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے ہندوستان آئے۔ انھوں نے اپنے سفرناموں میں جو حالات لکھے ہیں وہ بہت دلچسپ ہیں۔ یوروپین تاجر زیادہ تر تنزیب اور ململ، گرم مسالا، ہاتھی دانت کی اشیاء اور دھات کی بنی ہوئی چیزیں لے جاتے تھے اور اس کے بدلے میں عربی گھوڑے۔ تانبا۔ سیسا اور ریشمی کپڑا ہندوستان لاتے تھے۔ ملک کی اندرونی تجارت بڑے پیمانہ پر ہوتی تھی۔ تاجروں کے قافلے ملک کے ایک حصے سے دوسرے حصے میں سامان لاتے اور لے جاتے تھے۔

علوم و فنون

عہد وسطیٰ میں سرکاری زبان فارسی تھی۔ اس زبان میں تاریخ اور دوسرے علوم کی بہت سی کتابیں لکھی گئیں اور سنسکرت سے ترجمے کئے گئے۔ لیکن اس کے علاوہ مقامی زبانوں کی بھی بادشاہوں نے سرپرستی کی۔ ہندوستانی۔ بنگالی اور مرہٹی زبانوں کے ادب کی عہد وسطیٰ ہی میں بناد

پڑی۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کے میل جول سے ہندوستانی زبان پیدا ہوئی۔ یہ زبان فارسی، عربی اور ہندی کی آمیزش سے بنی ہے۔ اس زبان کی ابتدائی ترقی میں امیر خسرو نے بڑا کام کیا۔ ان کے دوہے۔ پہیلیاں اور کہاوتیں اب تک مشہور ہیں۔ امیر خسرو ترکی، فارسی اور سنسکرت کے بڑے عالم تھے۔ ملک محمد جائسی۔ سورداس۔ تلسی داس، عبدالرحیم خان خانان، وجہی اور ولی اورنگ آبادی نے ہندوستانی ادب کی بنیادوں کو مضبوط کیا۔ ادب کے علاوہ موسیقی اور دوسرے فنون لطیفہ کو بھی بڑی ترقی ہوئی۔ تان سین جیسا ماہر موسیقی اکبر کے دربار کی زینت تھا۔ اکبر نے ایران سے مصوروں کو بلاکر ہندوستان میں ایرانی قلم کو رائج کیا۔ مقامی اثر اور ایرانی قلم کے ملنے سے مغل قلم وجود میں آیا جس کے بہترین نمونے جہانگیر کے زمانے میں ظاہر ہوئے۔

عمارتیں | ترک اور مغل بادشاہوں نے نہایت

عالی شان عمارتیں بنوائیں۔ ترکوں کی یادگار قطب مینار۔ مسجد قوت الاسلام اور دروازۂ علائی ہیں۔ مغل بادشاہوں میں اکبر نے فتح پور سیکری کے شاہی محلات اور آگرہ کا قلعہ تعمیر کرایا۔ شاہجہاں کے زمانے میں اس فن کو بڑی ترقی ہوئی۔ اس نے اپنی چہیتی بیوی کے مقبرہ کے لئے "تاج محل" بنوایا جو دنیا بھر میں مشہور ہے۔ اس کے علاوہ آگرہ کے قلعہ کی موتی مسجد۔ دہلی کی جامع مسجد اور لال قلعہ اس کے عہد میں تعمیر ہوئے۔ مغلوں کی عمارتیں اپنی نفاست، تناسب اور آرایش کے اعتبار سے بے مثل ہیں۔ مغل بادشاہوں کو باغوں کا بھی بڑا شوق تھا۔ انھوں نے آگرہ۔ لاہور اور کشمیر میں نہایت عمدہ باغ لگوائے۔ غرض کہ ہر اعتبار سے عہد وسطیٰ میں ہمارے ملک نے ترقی کی اور اس کی دُور دُور شہرت ہوگئی۔

مشق کے سوالات

(۱) عہد وسطیٰ میں ہندوستان میں مذہب و معاشرت کی کیا حالت تھی ؟

(۲) ترک، پٹھان اور مغل بادشاہوں نے ہندوستان میں کیا انتظام قایم کیا ؟

(۳) اس زمانے میں ہندوستان میں تجارت اور صنعت و حرفت کی کیا حالت تھی ؟

(۴) عہد وسطیٰ میں ہندوستان میں علوم و فنون کی ترقی کے متعلق تم کیا جانتے ہو ؟

(۵) ہندوستانی زبان کو ہم اہل ہند کی قومی زبان کیوں کہتے ہیں ؟

حِصۂ سُوم

پہلا باب

اہل یورپ کی آمد

انگریز اور فرانسیسی

سلطنت مغلیہ کے آخری زمانے میں صوبے خود مختار ہو گئے تھے۔ ساحلی علاقوں پر اہل یورپ نے اپنی تجارتی کوٹھیاں قایم کرلی تھیں۔ پرتگالیوں اور ولندیزیوں کے بعد

فرانسیسی اور انگریزی تاجروں نے اپنی تجارت کو خوب ترقی دی۔ فرانسیسی تجارتی کمپنی کا گورنر ڈیوپلے تھا جو بڑا قابل اور حوصلہ مند شخص تھا۔ وہ تجارت کے ذریعہ قوت حاصل کر کے ہندوستان میں فرانسیسی حکومت قائم کرنا چاہتا تھا۔ فرانسیسی کمپنی کا ہندوستان میں بڑا مرکز پانڈی چری تھا اور انگریزی ایسٹ انڈیا کمپنی کے مرکز مدراس اور کلکتہ تھے۔ ایسٹ انڈیا کمپنی میں انگلستان کے بہت سے تاجروں نے ہندوستان کی تجارت سے فائدہ اٹھانے کے لئے اپنا سرمایہ لگایا تھا۔ چنانچہ ایسٹ انڈیا کمپنی نے شروع میں اپنی توجہ صرف تجارت کو فروغ دینے کی طرف رکھی۔ لیکن جب کمپنی کے عہدہ داروں نے دیکھا کہ فرانسیسی لوگ والیان ملک کے معاملات میں دخل دیکر اپنا اثر بڑھا رہے ہیں تو انھوں نے بھی ایسا ہی کرنا شروع کیا۔

دکن اور کرناٹک کی حالت	نواب نظام الملک

آصف جاہ اول والئ ریاست حیدر آباد اور نواب
انور الدین خاں والئ کرناٹک کی وفات پر فرانسیسیوں
اور انگریزوں کو ہندوستان کے سیاسی معاملات
میں براہ راست دخل دینے کا موقع ملا۔ نظام الملک
آصف جاہ اول کی جانشینی کے لئے مظفر جنگ
اور ناصر جنگ اور کرناٹک کی گدّی کے لئے
محمد علی اور چندا صاحب دعویدار تھے۔ انگریزوں
نے دکن میں ناصر جنگ اور کرناٹک میں محمد علی
کی حمایت کی اور فرانسیسیوں نے دکن میں
مظفر جنگ اور کرناٹک میں چندا صاحب کا
ساتھ دیا۔ اسی زمانے میں یورپ میں انگریزوں
اور فرانسیسیوں میں جنگ چھڑ گئی۔ ڈیوپلے کی
حکمت عملی دکن میں کامیاب رہی۔ ناصر جنگ
اور مظفر جنگ کے لڑائی میں مارے جانے پر
اس نے صلابت جنگ کو نظام بنا دیا اور اپنے
جنرل بُسی کو فوج دے کر دکن روانہ کر دیا۔
صلابت جنگ نے بُسی کی فوج کے خرچ کیلئے

شمالی سرکاروں کا علاقہ حوالہ کر دیا۔ لیکن کرناٹک میں انگریزوں کو کامیابی ہوئی۔

کلائیو

کلائیو کی عمر ۱۹ سال تھی جب کہ وہ لندن کی ایسٹ انڈیا کمپنی میں محرر کی حیثیت سے ملازم ہوا۔ اس نے بہت جلد اپنی قابلیت سے ترقی کی اور فوج میں کپتان ہوگیا۔ وہ بڑا حوصلہ مند تھا۔ فرانسیسی گورنر ڈیوپلے کی طرح کلائیو یہ چاہتا تھا کہ سلطنت مغلیہ کی کمزوری اور ملک کی بدنظمی سے فائدہ اٹھا کر اہل ہند کے سیاسی معاملات میں دخل دے۔ جب انگریزوں اور فرانسیسیوں میں ہندوستان میں لڑائی شروع ہوگئی تو کلائیو کو اپنی طبیعت کے مطابق کام کرنے اور اپنے جوہر دکھانے کا موقع ملا۔ ڈیوپلے نے چندا صاحب کی مدد کی۔ ادھر مدراس کے گورنر نے جو فوج محمدؐ علی کی مدد کے لئے بھیجی اس کا اعلیٰ افسر کلائیو تھا۔ چندا صاحب نے ترچناپلی پر قبضہ کر لیا تھا۔

کلائیو نے بجائے ترچناپلی کی طرف رخ کرنے کے چندا صاحب کے صدر مقام ارکاٹ کا محاصرہ کرلیا۔

ارکاٹ کا محاصرہ

محاصرہ نے بہت طول کھینچا لیکن بالآخر کلائیو کو کامیابی ہوئی اور اس نے ارکاٹ پر قبضہ کرلیا۔ یہ کلائیو کا زبردست کارنامہ تھا اور انگریزی قوم کی پہلی کامیابی تھی جو انھیں ہندوستان کی سرزمین پر حاصل ہوئی۔ ارکاٹ پر قبضہ کے بعد انگریزوں نے محمدؐ علی کو کرناٹک کا نواب بنادیا۔ کلائیو نے شمالی سرکار کے علاقے پر بھی قبضہ کرلیا جو فرانسیسیوں کے قبضہ میں تھا۔ ڈیوپلے کو اس زمانے میں فرانس واپس بلا لیا گیا۔ اسکے جانشینوں میں کوئی آدمی ایسا نہ تھا جو اس کی طرح غیر معمولی قابلیت رکھتا ہو۔ نتیجہ یہ ہوا کہ انگریزوں نے حیدرآباد میں بھی اپنا اثر قایم کرلیا۔

ڈیوپلے کی حکمت عملی

ڈیوپلے جانتا تھا کہ ہندوستانی نوابوں اور راجاؤں کی سپاہ اہل یورپ کے طریق جنگ سے ناواقف ہے۔ ان میں

قومی جوش اور وطن کی محبت کا جذبہ بھی موجود نہیں۔ چنانچہ اس نے ہندوستانی فوج بھرتی کی اور اسے اہل یورپ کی لڑائی کے طریقے اور قواعد پریڈ خوب سکھائی۔ اس نے سوچا کہ ہندوستانی والیان ملک کے آپس کے جھگڑوں میں دخل دینے سے فرانسیسی قوم کے اقتدار کو اس ملک میں قایم کیا جاسکتا ہے اس نے دکن میں اپنا اثر قایم کرلیا۔ لیکن کلایو کے مقابلہ میں اس کو کرناٹک میں کامیابی نہیں ہوئی۔ اس کی ناکامی کی اصلی وجہ یہ تھی کہ فرانس کی حکومت نے اس کی خاطر خواہ امداد نہیں کی۔ فرانسیسی افسروں میں آپس میں حسد اور نا اتفاقی تھی۔ برخلاف اس کے انگریز افسر اپنے اعلیٰ عہدہ داروں کا حکم مانتے تھے۔ ڈیوپلے کہا کرتا تھا کہ ہندوستان میں یورپ کی اس قوم کی تجارت کو ترقی ہوگی جو اس ملک میں اپنی حکومت قایم کرے گی۔ اس کے اصول پر انگریزوں نے عمل کیا اور ہندوستان میں اپنی عملداری قایم کی۔

بنگال کی حالت

بنگال کے نواب سراج الدولہ نے کلکتہ کے انگریز تاجروں کو حکم بھیجا کہ اپنی کوٹھی کی فصیلوں کو بلند نہ کریں۔ جب انگریز گورنر نے اس کے حکم کی تعمیل نہیں کی تو نواب نے کلکتہ پر حملہ کر دیا اور انگریزوں کو شکست دے کر ان کی کوٹھی کی فصیلیں گرا دیں۔ اس موقع پر بہت سے انگریزوں کی جانیں ضائع ہوئیں۔ اسی زمانے میں کلائیو انگلستان سے مدراس واپس آگیا تھا۔ چنانچہ مدراس کے گورنر نے اس کے تحت سراج الدولہ کے مقابلے کے لئے سمندر کے راستہ سے فوج روانہ کی۔

جنگ پلاسی

کلائیو نے کلکتہ پہونچ کر سراج الدولہ کے سپہ سالار میر جعفر کو اپنے ساتھ ملا لیا اور اس سے وعدہ کر لیا کہ اگر انگریزوں کو سراج الدولہ کے مقابلے میں فتح حاصل ہوئی تو اسے بنگال کا نواب بنا دیا جائے گا۔ چنانچہ یہ طے ہوا کہ کلائیو جب سراج الدولہ کی فوج پر حملہ

کرے تو عین لڑائی کے وقت میر جعفر اپنی فوج سمیت کلائیو سے مل جائے۔ اس طرح انگریزوں کو جنگ میں کامیابی ہوئی۔ سراج الدولہ کی جگہ کلائیو نے میر جعفر کو بنگال کا نواب بنا دیا۔ حکومت انگلستان نے کلائیو کی خدمات کے صلہ میں اس کو لارڈ کا خطاب عطا کیا۔

جنگ بکسر

کلائیو کے ولایت جانے کے بعد میر جعفر کی بد انتظامی کے سبب سے بنگال کے انگریز گورنر نے اس کے داماد میر قاسم کو بنگال کا نواب مقرر کیا۔ لیکن اس نے انگریزوں کی مخالفت شروع کر دی اور بکسر کی جنگ میں شکست کھائی۔ انگریزوں نے پٹنہ پر قبضہ کر لیا۔

انگریزوں کو بنگال میں حق دیوانی حاصل ہونا

میر قاسم کی مدد کو شاہ عالم بادشاہ دہلی اور شجاع الدولہ نواب اودھ کی فوجیں بھی آئی تھیں۔ اس اثناء میں کلائیو بنگال کا گورنر مقرر ہو کر ہندوستان واپس آگیا۔ اس نے شاہ عالم سے معاہدہ کر لیا جس کی رو سے ایسٹ انڈیا کمپنی کو

بنگال۔ بہار اور اوڑیسہ کی دیوانی حاصل ہوگئی۔ دیوانی سے مراد یہ ہے کہ انگریزوں کو مالگزاری اور دوسرے محصول وصول کرنے اور ان علاقوں کے انتظام کا حق مل گیا۔ شجاع الدولہ نے انگریزوں کو الہ آباد اور چنار کے قلعے دے دیئے اور پچاس لاکھ تاوان جنگ ادا کیا۔ کمپنی نے شاہ عالم کو بنگال کی آمدنی میں سے ۲۶ لاکھ سالانہ دینے کا وعدہ کیا اس طرح کلائیو نے مغل شہنشاہ کو اپنے ہاتھ میں کٹھ پتلی بنا لیا۔

غرض کہ کلائیو نے اپنی جوانمردی اور قابلیت سے صوبۂ بنگال اور صوبۂ مدراس کی بنیاد رکھی اور انگریزی راج کو ہندوستان میں قایم کیا۔

مشق کے سوالات

(۱) دکن اور کرناٹک کے معاملات میں انگریزوں اور فرانسیسیوں نے کیوں دخل دینا شروع کیا۔

(۲) ڈیو پلے کی ناکامی کے کیا اسباب تھے۔

(۳) ارکاٹ کے محاصرہ کا حال بیان کرو۔

(۴) جنگ پلاسی اور جنگ بکسر کی کیفیت بتاؤ۔

(۵) کلائیو کو ہندوستان میں انگریزی راج کا بانی کیوں کہا جاتا ہے؟

ضروری تاریخیں

محاصرۂ ارکاٹ	۱۷۵۱ء
جنگ پلاسی	۱۷۵۷ء
جنگ بکسر	۱۷۶۴ء
کلائیو کا بنگال کا گورنر ہونا	۱۷۶۵ء

دوسرا باب

وارن ہیسٹنگز کا عہد حکومت

کلائیو کی طرح وارن ہیسٹنگز بھی ایسٹ انڈیا کمپنی میں منشی کی حیثیت سے ملازم ہوا تھا۔ اس کا ابتدائی تقرر بنگال میں ہوا۔ اس نے سات برس تک نہایت محنت اور ایمانداری سے کمپنی کی خدمت انجام دی۔ پلاسی کی جنگ میں وہ بڑی بہادری سے کلائیو کے تحت لڑا۔ کلائیو اس کی کارگزاری سے بہت خوش ہوا۔ چنانچہ جب میر جعفر بنگال کا نواب ہوا تو کلائیو نے وارن ہیسٹنگز کو اس کے دربار میں

انگریزی رزیڈنٹ کی حیثیت سے مقرر کردیا۔ کچھ عرصے بعد وہ کلکتہ کونسل کا رکن ہوگیا۔

بنگال کا گورنر ہونا

کلائیو نے بنگال میں جو دوعملی کا انتظام قایم کیا تھا اس کے سبب سے نظم ونسق میں بڑی خرابیاں پیدا ہوگئیں دوعملی سے یہ مراد ہے کہ ملک کا کچھ انتظام نواب بنگال کے تحت تھا اور کچھ انتظام کمپنی کے تحت بد انتظامی سے کمپنی کی آمدنی میں کمی پیدا ہوگئی۔ چونکہ اس وقت وارن ہیسٹنگز سے بہتر شخص کمپنی کو نہیں مل سکتا تھا جو اس بد انتظامی کو دُور کرسکے چنانچہ اس کو بنگال کا گورنر بنا دیا گیا۔ گورنر ہونے کے بعد سب سے پہلے وارن ہیسٹنگز نے دوعملی کے انتظام کو برخاست کیا اور بنگال کا سارا نظم ونسق کمپنی کے تحت کرلیا۔ ضلعوں میں کلکٹر اور جج مقرر کئے اور ان کی مدد کے لئے مسلمان قاضی اور ہندو پنڈت مقرر کئے تاکہ وہ مقامی روایات و رسوم کے متعلق

لارڈ کلایو

لارڈ ہسٹنگز

مطبوعہ آعظم اسٹیم پریس

مشورہ دے سکیں۔ اس نے کمپنی کی آمدنی بڑھانے کی مختلف تدبیریں کیں۔ اس زمانے میں دہلی کے بادشاہ شاہ عالم پر سندھیا نے اپنا پورا اثر قایم کرلیا تھا۔ اس وجہ سے وارن ہیسٹنگز نے کہا کہ اب چونکہ شاہ عالم ہمارے کہنے میں نہیں ہے اس لئے ۲۶ لاکھ سالانہ جو اس کو بنگال کی آمدنی سے دیا جاتا ہے وہ بند کر دیا جائے۔ الہ آباد اور اس کے قریب کے علاقے اس نے شجاع الدولہ نواب اودھ کے ہاتھ پچاس لاکھ کے عوض فروخت کردئے۔

کمپنی کا نیا انتظام

اس زمانے میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے ہندوستان میں تین گورنر ہوتے تھے ایک گورنر کلکتہ میں، ایک مدراس میں اور ایک بمبئی میں رہتا تھا۔ ان تینوں گورنروں کے اختیار برابر ہوتے تھے۔ چونکہ اب کمپنی صرف تاجروں کی جماعت نہیں رہی تھی بلکہ ملک کے وسیع علاقے اس کے تحت آگئے تھے اس لئے ضرورت اس

بات کی محسوس کی گئی کہ ہندوستان میں ایسٹ انڈیا کمپنی کا ایک اعلیٰ حاکم ہونا چاہیے جس کا حکم سب مانیں۔ گورنروں کو والیان ملک سے لڑائیاں اور صلح کرنی پڑتی تھی۔ اس لئے ضرور تھا کہ کمپنی کے سب مقبوضات میں حکمت عملی کی یکسانیت قایم ہو جائے۔ چنانچہ یہ انتظام کیا گیا کہ بنگال کے گورنر کو گورنر جنرل بنا دیا جائے اور بمبئی اور مدراس کے گورنر اس کے تحت ہوں۔ چنانچہ اس نئے انتظام کے مطابق وارن ہیسٹنگز کو کمپنی کے ہندوستانی مقبوضات کا پہلا گورنر جنرل مقرر کیا گیا۔

حیدر علی اور مرہٹوں سے جنگ

حیدر علی نے کرناٹک کے انگریزی علاقوں پر حملہ کر دیا تھا۔ اس کے مقابلہ کے لئے وارن ہیسٹنگز نے بنگال سے سر آئر کوٹ کے تحت فوج اور روپیہ روانہ کیا۔ بمبئی کے گورنر کو مرہٹوں کی لڑائی کے باعث روپیے کی ضرورت تھی۔ اسے بھی

وارن ہیسٹنگز نے روپیہ اور فوج بھیجی۔

روپیہ کی ضرورت

ان اخراجات کو پورا کرنے کے لئے وارن ہیسٹنگز نے نواب اودھ سے روپیہ مانگا۔ اس نے کہا کہ میرے پاس تو روپیہ نہیں۔ ہاں میری والدہ اور دادی کے پاس بہت روپیہ ہے۔ چنانچہ ہیسٹنگز نے ان بیگمات سے روپیہ زبردستی حاصل کیا۔ اسی طرح بنارس کے راجا چیت سنگھ سے زبردستی روپیہ حاصل کیا گیا اور یہ کہا گیا کہ چونکہ کمپنی نے راجا کو مرہٹوں سے بچایا ہے اس لئے اس کا حق ہے کہ راجا سے ضرورت کے وقت مدد طلب کرے۔ ان معاملات کی وجہ سے ہیسٹنگز بہت بدنام ہوگیا۔ بعد میں جب انگلستان میں وارن ہیسٹنگز پر مقدمہ چلایا گیا تو اسے ان سب الزاموں کا جواب دینا پڑا۔

وارن ہیسٹنگز پر مقدمہ

وارن ہیسٹنگز کی کونسل کے ارکان اس کے

سخت مخالف تھے۔ ان میں سے ایک شخص فرانسس تھا جو وارن ہیسٹنگز کو نکلوا کر خود گورنر جنرل ہونا چاہتا تھا۔ اس نے اس کو بہت دق کیا۔ وارن ہیسٹنگز کی ہر تجویز کو وہ کونسل میں رد کرا دیتا تھا۔ کچھ عرصے بعد فرانسس انگلستان واپس چلا گیا۔ وہاں جاکر اس نے وارن ہیسٹنگز پر الزام لگائے۔ بعض مشہور لوگ اس کے ساتھ ہو گئے۔ وارن ہیسٹنگز کی جب مخالفت بہت بڑھ گئی تو اس کو انگلستان واپس بلا لیا گیا اور اس پر مقدمہ چلایا گیا۔ وارن ہیسٹنگز پر جو الزام لگائے گئے تھے وہ ثابت نہیں ہو سکے اور وہ بری کر دیا گیا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی نے وارن ہیسٹنگز کی خدمت کے صلے میں مقدمہ کے سارے اخراجات خود برداشت کیے اور اس کی معقول پنشن مقرر کر دی۔ وارن ہیسٹنگز کا یہ کارنامہ ہے کہ کلائیو نے جس انگریزی راج کی بنیاد رکھی اس پر اس نے ایک عالیشان عمارت کھڑی کر دی۔ اس نے انگریزی عملداری کو

مستحکم اور وسیع کیا۔

ہیسٹنگز کا جانشین

کارنوالس کو ہیسٹنگز کا جانشین مقرر کیا گیا جو انگلستان کے ایک اعلیٰ خاندان کا آدمی تھا۔ کارنوالس نے ہندوستان آنے پر سب سے پہلے ملکی انتظام کی درستی کی طرف توجہ کی۔ اس نے کمپنی کے ملازموں کی تنخواہیں بڑھوائیں تاکہ وہ بغیر ذاتی طور پر تجارت کئے ہوئے دیانتداری سے اپنے فرائض پورے کر سکیں۔ اس نے بنگال میں دوامی بندوبست قایم کیا۔ دوامی بندوبست سے مراد یہ ہے کہ ایک مرتبہ جو مالگزاری مقرر کردی جائے وہی ہمیشہ برقرار رہے۔ یہ مالگزاری بہت بڑھاکر مقرر کی گئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حکومت کی آمدنی میں بہت اضافہ ہوگیا۔ زمینداروں کی خوشحالی میں بھی بہت اضافہ ہوا۔ کارنوالس نے عدالتی انتظام بھی درست کیا۔ کارنوالس کی حکمت عملی امن و امان کی تھی۔ لیکن اس کو میسور کے ٹیپو سلطان سے لڑنا پڑا۔

اس نے پیشوا اور سرکار نظام کو ٹیپو سلطان کے خلاف ملا لیا اور لڑائی میں اس کو شکست دی۔

مشق کے سوالات

(۱) بنگال کا گورنر اور پھر گورنر جنرل ہونے کے بعد وارن ہیسٹنگز نے کیا انتظامات کئے؟

(۲) وارن ہیسٹنگز پر مقدمہ کیوں چلایا گیا؟

(۳) کارنوالس نے بنگال میں کیا انتظامات کئے؟

ضروری تاریخیں

وارن ہیسٹنگز بہ حیثیت گورنر جنرل	سنہ ۱۷۷۴ء تا سنہ ۱۷۸۵ء
حیدر علی سے لڑائی	سنہ ۱۷۸۰ء
مرہٹوں سے لڑائی	سنہ ۱۷۷۵ء تا سنہ ۱۷۸۲ء
کارنوالس۔	سنہ ۱۷۸۶ء تا سنہ ۱۷۹۳ء

تیسرا باب

حیدر علی اور ٹیپو سلطان کی حکومت

حیدر علی کا باپ فتح محمد خاں کرناٹک کے نواب کے یہاں ملازم تھا۔ اس کے مرنے پر حیدر علی میسور کے راجا کی فوج میں ملازم ہوگیا۔ حیدر علی نے اپنی محنت اور قابلیت سے بہت جلد ترقی کی۔ راجا کا وزیر نند راج حیدر علی کے کام سے بہت خوش تھا۔ اس نے اس کو فوج میں اعلیٰ عہدہ پر مامور کیا۔

حیدر علی کی خدمات وزیر نند راج حیدر علی پر

پورا بھروسہ کرتا تھا۔ جب کبھی شورش یا بدنظمی پیدا ہوتی تو اس کو حکم دیتا تھا کہ وہ امن وانتظام قایم کرے۔ حیدرعلی کی خدمات کے صلے میں اس کو ڈنڈیگل کا حاکم مقرر کر دیا گیا۔ جب مرہٹوں نے ریاست میسور پر حملہ کیا تو حیدر علی نے انھیں شکست دیکر بھگا دیا۔ اس نے مختلف موقعوں پر جو بہادری اور وفاداری کا ثبوت دیا تھا اسکے صلے میں راجا نے اس کو "فتح حیدر بہادر" کا خطاب عطا کیا اور اس کو اپنی فوج کا سپہ سالار بنا دیا۔

میسور کی حالت

جب نند راج کی جگہ کھنڈے راؤ وزیر مقرر ہوا تو اس نے راجا کو بالکل بے بس کر دیا اور حکومت کا سارا اختیار اپنے ہاتھ میں کرلیا۔ راجا اس سے خوش نہ تھا اور کسی طرح سے اس سے چھٹکارا چاہتا تھا۔ مرہٹوں نے حملے شروع کر دئے تھے اور میسور کے بعض اضلاع دبا لئے تھے۔

حیدر علی کا سلطان میسور ہونا

راجا نے اس معاملہ میں حیدر علی کی مدد چاہی کہ وہ اُسے وزیر کے پنجے سے چھڑائے۔ حیدر علی نے بھی سوچا کہ ریاست میں اُسی وقت اچھا انتظام قایم ہو سکے گا جب کہ راجا پر وزیر کا قابو نہ رہے۔ چنانچہ اس نے کھنڈے راؤ وزیر کے خلاف جنگ کی اور اس کو گرفتار کر لیا۔ اب اس نے ملک کا سارا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ کچھ عرصے بعد راجا کے اُنتقال پر اسنے اس کے جانشین کو برطرف کیا اور خود سلطان میسور ہونے کا اعلان کر دیا۔

حیدر علی اور انگریز

حیدر علی نے بائیس سال میسور پر حکومت کی۔ دو مرتبہ وہ انگریزوں سے لڑا۔ اور دونوں دفعہ اس نے انھیں مصالحت کرنے پر مجبور کر دیا۔ اس نے اپنی فوج کو نہایت عمدہ تربیت دی تھی۔ اس نے فرانسیسی افسروں کو اپنے یہاں ملازم رکھا تھا۔

تاکہ وہ مغربی طرز جنگ اس کے سپاہیوں کو سکھائیں۔
حیدر علی نے نہایت قابلیت اور تدبیر سے مرہٹوں
اور سرکار نظام کو بھی انگریزوں کے خلاف اپنے
ساتھ ملا لیا تھا۔ لیکن کچھ عرصے بعد مرہٹے اور
سرکار نظام انگریزوں کے ساتھ ہو گئے۔ اس نے
ایک بحری بیڑا بھی تیار کیا تھا۔ جب وارن ہیسٹنگز
نے دیکھا کہ حیدر علی سے لڑائی جاری رکھنے میں
بہت نقصان کا اندیشہ ہے تو اس نے اس سے
اس شرط پر مصالحت کرلی کہ طرفین نے جو ملک
فتح کیا ہے وہ واپس دے دیا جائے اور اگر آیندہ
فریقین میں سے کسی پر کوئی دوسرا حکمراں حملہ کرے
تو اس کی مدد کرنا فرض ہوگا۔

ملکی انتظام

حیدر علی نے اپنی قابلیت سے ریاست
میسور میں نہایت عمدہ انتظام قایم
کیا۔ اس نے اپنی ریاست کے ہر شہر میں سرکاری
طور پر یتیم خانہ قایم کرایا جہاں لاوارث بچوں
کی تعلیم اور تربیت کا پورا خیال رکھا جاتا تھا۔

اس کے عہد حکومت میں ایک پادری میسور آیا تھا۔ اس نے حیدر علی کے انتظام کے متعلق لکھا ہے "یہاں (سرنگا پٹم میں) باقاعدہ اور سلیقہ کی حکومت قایم ہے۔ حیدر علی کو اس کی پروا نہیں تھی کہ اس کی رعایا کا مذہب کیا ہے۔ اسنے ہر ایک کو مذہبی آزادی دے رکھی تھی۔ وہ صبح سے شام تک کام میں مشغول رہتا تھا۔ ہر ایک کام خواہ کتنا ہی حقیر کیوں نہ ہو خود کرتا تھا۔ یہاں تک کہ وہ خود دیکھتا تھا کہ خیموں کے لئے رسّیاں موجود ہیں یا نہیں"

ٹیپو سلطان

حیدر علی کی وفات کے بعد اس کا لڑکا ٹیپو سلطان اس کا جانشین ہوا۔ حیدر علی نے اس کی تعلیم و تربیت کا بہت خیال رکھا تھا۔ ٹیپو سلطان فارسی۔ اردو اور کنٹری کے علاوہ انگریزی اور فرانسیسی زبان بھی بول سکتا تھا۔ وہ فنون سپہ گری کا بھی ماہر تھا۔

انگریزوں سے لڑائی

ٹیپو سلطان نے تخت نشین

ہونے کے بعد بہت سے فرانسیسی افسروں کو اپنے
یہاں نوکر رکھا۔ وہ چاہتا تھا کہ اپنے سپاہیوں کو
یورپین طرز کی قواعد پریڈ سکھائے تاکہ وہ انگریزوں
کا مقابلہ کرسکیں۔ اس نے فرانس کے بادشاہ
نپولین اعظم کو لکھا اور اسے ہندوستان آنے
کی دعوت دی۔ جب انگریزی گورنر جنرل لارڈ ولزلی
کو یہ سب باتیں معلوم ہوئیں تو وہ بہت پریشان
ہوا۔ وہ ٹیپو سلطان کو انگریزی حکومت کا سب
سے بڑا دشمن سمجھتا تھا۔ اس نے سرکار نظام
اور مرہٹوں سے معاہدہ کرنے کے بعد ٹیپو سلطان
کو لکھا کہ تم بھی انگریزی حکومت کی ماتحتی قبول
کرلو لیکن اس نے انکار کیا۔ چنانچہ ۲۲ر فروری
۱۷۹۹ء لارڈ ولزلی نے ٹیپو سلطان کے خلاف
اعلان جنگ کردیا۔ انگریزی فوج نے قلعہ سرنگاپٹم
کا محاصرہ کرلیا۔ ٹیپو سلطان نے بڑی بہادری سے
مقابلہ کیا اور لڑتا ہوا مارا گیا۔ انگریزوں نے اسکی
سلطنت کے حصے بخرے کردئے۔

اخلاق و عادات

ٹیپو سلطان بڑا حوصلہ مند اور غیور تھا۔ اس نے انگریزی حکومت کی سیادت ماننے سے انکار کر دیا۔ اس نے میسور کے بڑے بڑے مندروں کو جاگیریں دیں۔ لڑائی کے موقع پر وہ برہمنوں سے اپنی کامیابی کے لئے دعا کراتا تھا۔ اس کو اپنی رعایا کی آسائش کا بہت خیال رہتا تھا۔ اس نے دریائے کاویری پر پانی روکنے کے لئے ایک بند تعمیر کرایا تاکہ کھیتی باڑی میں آسانی ہو۔ اس بند سے یہ فائدہ ہوا کہ گرمی کے دنوں میں پانی کی جو کمی ہوا کرتی تھی وہ جاتی رہی اور خشک زمینوں کا ایک وسیع رقبہ قابل کاشت ہو گیا۔ اس نے بہت سے باغات لگوائے۔ ریشم کے کیڑے اور شہتوت کے پودے اس نے جنوبی ہند کے مختلف مقامات سے منگوا کر اپنے باغات میں لگوائے۔ میسور میں اس زمانے میں غلامی کا رسم و رواج تھا جس کو اس نے قانوناً ممنوع قرار دیا۔

مشق کے سوالات

(۱) حیدر علی کی ابتدائی زندگی کے حالات بیان کرو۔
(۲) سلطان میسور ہونے کے بعد حیدر علی نے ریاست کا انتظام کس طرح درست کیا؟
(۳) ٹیپو سلطان اور انگریزوں کی جنگ کا حال بتاؤ۔
(۴) ٹیپو سلطان کے اخلاق و عادات کے متعلق تم کیا جانتے ہو۔

ضروری تاریخیں

حیدر علی کا سلطان میسور ہونا۔	۱۷۶۶ء
حیدر علی کی وفات	۱۷۸۲ء
ٹیپو سلطان کا عہد حکومت	۱۷۸۲ء تا ۱۷۹۹ء

چوتھا باب

لارڈ ولزلی اور اصول عہد معاونت

ولزلی کی حکمت عملی

ولزلی کا خیال تھا کہ انگریزی قوم کو ہندوستان میں پورا حق حاصل ہے کہ وہ سلطنت مغلیہ کی جانشین بنے اور والیان ریاست سے اپنی سیادت تسلیم کرائے جب وہ گورنر جنرل بن کر آیا تو اس نے اپنے خیالات کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کی اسنے ارادہ کیا کہ ہندوستان میں فرانسیسی اثر کو زائل کرکے انگریزی اقتدار ملک کے ہر گوشہ میں قایم

کروں گا۔

عہد معاونت کا اصول

اس نے ایک اصول بنایا کہ سب والیان ملک انگریزوں کی سیادت مان لیں اور انگریزی فوج اپنی حفاظت کے لئے رکھیں۔ اس فوج کے خرچ کا بار ان کے خزانہ پر ہوگا۔ انھیں اس کی بھی اجازت نہ ہوگی کہ کسی یوربین کو بغیر انگریزی حکومت کے پوچھے ہوئے اپنے یہاں ملازم رکھیں۔ یا کسی دوسری حکومت سے سیاسی تعلق قایم کریں۔ اس طرح وہ ہندوستان میں فرانسیسیوں کی جڑ کاٹ دینا چاہتا تھا۔ اس زمانے میں بعض راجاؤں اور نوابوں کے دربار میں فرانسیسی افسر فوجی قواعد پریڈ سکھانے کی غرض سے ملازم تھے۔ ولزلی کو اندیشہ تھا کہ کہیں یہ آہستہ آہستہ پھر ہندوستان میں اپنا اثر نہ قایم کرلیں۔

سرکار نظام سے دوستانہ تعلق

ولزلی نے سب سے

پہلے سرکار نظام کو لکھا کہ انگریزی فوج ان کی ریاست کی حفاظت کرے گی بشرطیکہ وہ اپنی فوج میں سے فرانسیسی افسروں کو نکال دیں۔ سرکار نظام نے ولزلی کی تجویز منظور کرلی اور انگریزوں سے دوستی کرلی۔ انگریزی فوج حیدرآباد کی حفاظت کے لئے ریاست میں رہنے لگی۔ اس کا سب خرچ ریاست کے خزانہ سے ادا ہوتا تھا۔ سرکار نظام نے فرانسیسی فوج کو برخاست کردیا۔

ٹیپو سلطان کی ناکامی

ریاست حیدرآباد سے دوستانہ تعلق پیدا کرنے کے بعد لارڈ ولزلی نے ریاست میسور کی طرف توجہ کی۔ اس نے ٹیپو سلطان کو لکھا کہ فرانسیسی قوم انگریزوں کی دشمن ہے اس لئے فرانسیسی افسروں کو اپنی ملازمت سے الگ کردو اور اپنے پایۂ تخت میں ایک انگریز رزیڈنٹ رکھو تاکہ اس کے ذریعہ انگریزی حکومت کا منشاء سلطان کو معلوم ہوتا رہے۔ ٹیپو سلطان نے یہ تجویز منظور کرنے سے

انکار کیا۔ چنانچہ ولزلی نے اس کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ انگریزی فوج مدراس اور بمبئی کی طرف سے میسور پر بڑھی۔ سرکار نظام کی فوج بھی انگریزوں کی مدد کے لئے ساتھ تھی۔ ٹیپو سلطان سرنگ پٹم کے قلعہ میں محصور ہوگیا۔ انگریزی فوج نے گولے برسانے شروع کئے اور فصیل توڑ کر قلعہ کے اندر داخل ہوگئی۔ ٹیپو سلطان نے بڑی بہادری سے مقابلہ کیا اور لڑتا ہوا مارا گیا۔

انگریزوں کی کامیابی

انگریزوں کا سرنگا پٹم پر قبضہ ہوگیا۔ ولزلی نے کنارا اور اور کوئمبٹور کے علاقوں پر خود قبضہ کرلیا اور بلاری اور کڑپہ کے اضلاع سرکار نظام کو دئے۔ ریاست کے باقی حصہ پر قدیم راجا کے خاندان کے ایک نوعمر لڑکے کو جس کا نام کرشن راج تھا راجا بنا دیا۔ ٹیپو سلطان کے لڑکوں کا وظیفہ مقرر کردیا گیا اور انھیں ویلور میں نظر بند کر دیا گیا۔

سرکار نظام سے دوسرا معاہدہ	میسور کی لڑائی

ٹیپو سلطان شہید

لارڈ ولزلی

مطبوعہ اعظم اسٹیم پریس

مطبوعہ عظم اسٹیم پریس

ختم ہونے کے بعد ولزلی نے ۱۸۰۰ء میں سرکار نظام سے دوسرا معاہدہ کیا۔ ریاست حیدر آباد کی حفاظت کے لئے جو انگریزی فوج رکھی گئی تھی اس کی تعداد بڑھا دی گئی اور جو علاقے سرکار نظام کو فتح میسور کے بعد دئے گئے تھے وہ انگریزی فوج کے خرچ کے لئے واپس لے لئے گئے۔ حیدر آباد میں انگریزی رزیڈنٹ رہنے لگا۔

مرہٹوں سے لڑائی

اس زمانے میں مرہٹوں کی پانچ بڑی بڑی ریاستیں تھیں جو سیواجی کی وفات کے بعد قایم ہوگئی تھیں۔ پونا میں پیشوا' گجرات میں گائکواڑ' اندور میں ہلکر' ناگپور میں بھونسلا اور گوالیار میں سندھیا۔

گائکواڑ اور پیشوا نے لارڈ ولزلی کی شرطیں مان لیں اور انگریزی حکومت کے اقتدار کو تسلیم کرلیا۔ لارڈ ولزلی نے باقی تینوں مرہٹہ والیان ملک کو بھی لکھا کہ معاہدہ کرلو لیکن انھوں نے اسکی شرطیں ماننے سے انکار کیا اور لڑائی کی۔ بالآخر

انھیں شکست ہوئی اور انھوں نے انگریزی حکومت کے اقتدار کو مان لیا۔ انگریزی فوج کا خرچ ادا کرنے کے لئے انھوں نے اپنی ریاستوں میں سے بعض علاقے انگریزی حکومت کے حوالے کردیئے۔

الحاقات

ولزلی چاہتا تھا کہ کسی نہ کسی طرح ہندوستان میں انگریزی مقبوضات کو بڑھائے اور اس کام کی تکمیل کرے جس کی بناد کلائیو اور وارن ہیسٹنگز نے رکھی تھی۔ چنانچہ جب سورت کا نواب فوت ہوگیا تو اس نے اس کا سارا علاقہ انگریزی راج میں شامل کرلیا۔ کرناٹک کے نواب کے مرنے پر اس نے کرناٹک کا پورا علاقہ ضبط کرلیا۔ اسی طرح تنجور کے راجا کی وفات کے بعد چونکہ ریاست کے دو دعویدار تھے اس لئے ولزلی نے اصلی حقدار کو وظیفہ دے کر ریاست پر قبضہ کرلیا۔ اس طرح مدراس اور بمبئی کے صوبوں میں بہت وسیع رقبے کمپنی کے تحت آگئے۔

اودھ

ولزلی نے نواب اودھ کو لکھا کہ اپنی

دیسی فوج برطرف کرکے انگریزی فوج اپنے یہاں رکھو تاکہ دشمنوں کا بآسانی مقابلہ ہوسکے۔ نواب انگریزی فوج رکھنے پر مجبور ہوا اور روہیلکھنڈ۔ دوآبہ اور گورکھپور کے اضلاع اس فوج کے خرچ کے لئے کمپنی کے حوالہ کر دیئے۔

مشق کے سوالات

(۱) لارڈ ولزلی نے کس اصول پر عمل کیا۔

(۲) سرکار نظام سے لارڈ ولزلی نے کیا معاہدے کئے؟

(۳) لارڈ ولزلی نے انگریزی مقبوضات کو ہندوستان میں کس طرح بڑھایا۔

ضروری تاریخیں

لارڈ ولزلی کا عہد حکومت	۱۷۹۸ء تا ۱۸۰۵ء
انگریزوں کا سرنگاپٹم پر قبضہ	۱۷۹۹ء
سرکار نظام سے معاہدے	۱۷۹۸ء و ۱۸۰۲ء

پانچواں باب

لارڈ ولیم بنٹنگ کی اصلاحات

لارڈ ولیم بنٹنگ سے پہلے ہندوستان کی عام حالت

لارڈ ولیم بنٹنگ کا زمانہ ہندوستان میں امن و عافیت کا زمانہ تھا۔ اسکے ہندوستان آنے کے قبل مارکوئس آف ہیسٹنگز نے مرہٹہ سرداروں سے انگریزی سیادت تسلیم کروالی تھی۔ سندھیا اور ہلکر نے دب کر صلح کرلی اور دوبارہ انگریزی

اقتدار کو تسلیم کیا ۔ پیشوا کی ریاست کا سب علاقہ
صوبۂ بمبئی میں شامل کرلیا گیا تھا ۔ وسط ہند میں
پنڈاریوں کی قوت ختم ہوچکی تھی ۔ اب سوائے
پنجاب کے انگریزی اثر ہر جگہ قایم ہوگیا تھا ۔ چنانچہ
لارڈ ولیم بنٹنگ نے فتوحات کی بجائے اپنی ساری
توجہ ملک کا انتظام بہتر کرنے کی طرف مبذول کی

رسم ستی

بنٹنگ نے ایک قانون بنایا جس کی رُو
سے ستی کی رسم کو قطعی طور پر ممنوع قرار
دیا گیا ۔ اس رسم کے مطابق شوہر کے مرنے پر
بیوہ عورت اپنے آپ کو نذر آتش کر دیتی تھی ۔
بعض اوقات خود بیٹے اپنی ماؤں کو چتا پر
جلاتے تھے ۔ بنٹنگ نے سارے ہندوستان
میں اعلان کرادیا کہ اگر کوئی شخص کسی بیوہ عورت
کو ستی ہونے پر مجبور کرے گا یا ترغیب دے گا
تو اس کو پھانسی کی سزا دی جائے گی ۔ اس نے
بڑی عقلمندی یہ کی کہ خود ہندو سماج کے ایک
طبقہ کو ہم خیال بنا لیا تاکہ یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ

حکومت مذہبی معاملات میں دخل اندازی کرتی ہے۔

راجا رام موہن رائے

بنگال کے مشہور مصلح راجا رام موہن رائے نے اس معاملہ میں بنٹنگ کا ساتھ دیا اور ستی کے قانون کی تائید کی۔ راجا رام موہن رائے کے خیالات پر انگریزی تہذیب کا بہت اثر ہوا تھا۔ وہ جانتے تھے کہ انگریزی تعلیم اور مغربی علوم و فنون کو سیکھے بغیر اہل ہند کبھی ترقی نہیں کر سکتے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ بری رسموں کی اصلاح اس وقت ممکن ہوگی جبکہ انگریزی تعلیم پھیلے گی۔ وہ عورتوں کی کم عمری کی شادی کے بھی خلاف تھے۔ راجا رام موہن رائے کے خیالات کے سبب سے قدیم خیال کے ہندو ان سے ناراض رہنے لگے۔ لیکن انھوں نے پکّا ارادہ کرلیا تھا کہ وہ اپنے ہم قوموں کی اصلاح کے لئے اپنے عقاید کا پرچار کرتے رہیں گے۔ یہ ان کی مستقل مزاجی کا نتیجہ تھا کہ ان کی زندگی ہی میں بنگال اور ہندوستان کے دوسرے حصوں

میں بہت سے لوگ ان کے ہم خیال ہو گئے۔ان کا نام جدید ہند کے مصلحوں کی فہرست میں اول نمبر پر رکھا جاتا ہے۔

ٹھگی کا انسداد

ٹھگ لوگ مسافروں کو پھسلاکر ویران راستوں کی طرف لیجاتے اور وہاں انھیں قتل کرکے ان کے مال اسباب پر قبضہ کرلیتے تھے۔ان کے اپنے خاص اشارے ہوتے تھے جنھیں سوائے ان کے اور کوئی نہیں سمجھ سکتا تھا۔بنٹنگ نے ایک زبردست فوج ان کے تعاقب کے لئے روانہ کی۔سات سال تک اس فوج نے وسط ہند کے کوہستانی علاقوں میں جہاں ٹھگوں کی ٹولیاں رہا کرتی تھیں انھیں چن چن کر گرفتار کیا۔ان کے بچوں کو کھیتی باڑی کا کام سکھانے کا انتظام کیا گیا تاکہ وہ بڑے ہو کر امن کی زندگی بسر کرنا سیکھیں۔

انگریزی تعلیم

بنٹنگ کے عہد حکومت کا سب سے بڑا کارنامہ انگریزی تعلیم کا

رواج ہے۔ اب تک سرکاری دفتروں کی زبان فارسی تھی۔ بنٹنگ نے سب دفتروں کو انگریزی میں کر دیا۔ بنٹنگ کی رائے کے مطابق انگریزی حکومت نے یہ بھی فیصلہ کیا کہ انگریزی زبان کے ذریعہ اہل ہند کو تعلیم دینی چاہیے۔ چنانچہ سرکاری مدرسوں میں انگریزی میں تعلیم ہونے لگی اور حکومت صرف ان مدرسوں کو امداد دیتی تھی جن میں انگریزی کے ذریعہ تعلیم دینے کا انتظام کیا گیا تھا۔

شاہی منشور ۱۸۳۳ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی تجارت کا ٹھیکہ ختم ہوتا تھا۔ چنانچہ ایک نئے شاہی منشور کے ذریعہ کمپنی کے لئے لازم قرار دیا گیا کہ آئندہ سے وہ تجارت کے بجائے ہندوستان کے انگریزی مقبوضات کا انتظام کرے۔ کمپنی کا ٹھیکہ ٹوٹنے سے ہر انگریز کو یہ حق حاصل ہوگیا کہ وہ بغیر روک ٹوک ہندوستان میں تجارت کرے۔ اس سے انگریزی تجارت کو بہت فروغ حاصل ہوا۔ اس منشور میں یہ بھی اعلان

کیا گیا کہ نسل یا مذہب کی بنا پر کوئی ہندوستانی کمپنی کی اعلیٰ خدمات حاصل کرنے سے نہیں محروم کیا جائے گا۔

دیسی ریاستیں

جب بنٹینگ نے دیکھا کہ کرشن راج جس کو ولزلی نے میسور کی گدی پر بٹھایا تھا اپنی رعایا کی بھلائی کا مطلق خیال نہیں رکھتا تو اس نے ریاست کے معاملات میں دخل دیا۔ اس نے راجا کو برطرف کرکے اس کی ساڑھے تین لاکھ روپیہ سالانہ پنشن مقرر کردی اور میسور کی ریاست میں انگریزی افسروں سے انتظام قایم کرایا۔ اس نے اعلان کردیا کہ جب ریاست کا انتظام ٹھیک ہو جائے گا تو وہ راجا کے خاندان کو واپس کردی جائے گی۔ چنانچہ اس اعلان کے مطابق میسور میں پچاس برس تک انگریزی افسروں نے حکومت کی اور پھر یہ ریاست راجا کے وارث کے حوالہ کردی گئی۔ میسور کے علاوہ بنٹنگ نے بڑودہ۔ اندور اور

گوالیار میں بھی رعایا کی بھلائی کے لئے اچھے انتظامات قایم کرائے۔

مشق کے سوالات

(۱) ستی کسے کہتے ہیں؟ اس رسم کا کس طرح خاتمہ کیا گیا؟
(۲) بنٹنگ نے ٹھگی کے انسداد کے لئے کیا تدابیر اختیار کیں؟
(۳) ہندوستان میں انگریزی تعلیم کے رواج سے کیا فائدہ ہوا؟
(۴) ۱۸۳۳ء کے منشور شاہی سے کیا نتائج نکلے؟

ضروری تاریخیں

لارڈ ولیم بنٹنگ کا عہد حکومت	۱۸۲۸ء تا ۱۸۳۵ء
ستی کی موقوفی۔	۱۸۲۹ء
ٹھگوں کا خاتمہ	۱۸۲۹ء تا ۱۸۳۵ء

چھٹا باب

لارڈ ڈلہوزی کا عہد حکومت

لارڈ ڈلہوزی کا شمار ان چند گورنر جنرلوں میں کیا جاتا ہے جنہوں نے ہندوستان میں انگریزی راج کی بنیادوں کو مضبوط کیا۔ اس کے عہد حکومت میں بعض نہایت وسیع اور زرخیز علاقے انگریزی عملداری میں شامل ہوئے۔

سکھوں سے لڑائی

سکھ راجا رنجیت سنگھ کے مرنے کے بعد دربار لاہور کی حکمت عملی میں تبدیلی پیدا ہوگئی۔ ۱۸۴۵ء میں

جب لارڈ ہارڈنگ گورنر جنرل تھا تو انگریزوں کی سکھوں سے پہلی لڑائی ہوئی ۔ سکھوں نے انگریزی حکومت سے جو معاہدہ کیا اس کی رو سے انھیں لاہور میں انگریزی رزیڈنٹ رکھنا پڑا اور ان کی حکومت پر انگریزی نگرانی قایم ہوگئی۔ ابھی لارڈ ڈلہوزی کو ہندوستان آئے ہوئے چند مہینے ہوئے تھے کہ انگریزوں سے سکھوں کی لڑائی پھر شروع ہوگئی۔ سکھوں نے بڑی بہادری سے مقابلہ کیا۔ لیکن بالآخر انھیں شکست ہوئی۔ ان کی سب فوجیں تتر بتر ہوگئیں۔ ڈلہوزی نے بذریعہ اعلان پنجاب کے پورے علاقے کو انگریزی حکومت میں شامل کرلیا۔ راجا دلیپ سنگھ کو ۶ لاکھ روپیۓ سالانہ پنشن مقرر کرکے انھیں انگلستان بھیج دیا گیا۔

دیسی ریاستوں کا الحاق

ڈلہوزی نے ایک اصول مقرر کیا تھا کہ اگر کوئی والئ ملک بے اولاد مرجائے تو بجائے اسکے

کہ کسی کو گود لیا جائے اور اس کو ریاست کا مالک بنایا جائے اس ریاست پر سرکار کمپنی اپنا قبضہ قایم کرے۔ اسی اصول کے مطابق اس نے ستارا۔ جھانسی اور ناگپور کی ریاستوں کو انگریزی عملداری میں شامل کیا۔ ڈلہوزی نے نواب واجد علی شاہ والئی اودھ پر یہ الزام لگایا کہ وہ اپنی ریاست میں عمدہ انتظام نہیں قایم کر سکتے۔ چنانچہ اس نے نواب واجد علی شاہ کی پندرہ لاکھ روپئے سالانہ پنشن مقرر کردی اور اودہ کے علاقہ کو انگریزی حکومت میں ملحق کرلیا۔ نواب کو کلکتہ میں رہنے کی اجازت دی گئی جہاں انھوں نے باقی عمر گزاری۔

برار حیدر آباد میں جو انگریزی فوج رہتی تھی اس کے اخراجات کی رقم بہت دنوں سے کمپنی کو نہیں ادا کی گئی تھی۔ ڈلہوزی نے حکومت حیدر آباد سے بقایا رقم طلب کی۔ جب اس کی ادائی نہیں کی گئی تو اس نے برار کا

علاقہ لے لیا اور یہ طے ہوا کہ برار کی آمدنی میں سے بقائے کی مقررہ رقم مجرا کی جائیگی اور باقی آمدنی ریاست حیدرآباد کو دے دی جائے گی۔ لیکن بعد میں اس اصول پر عمل نہیں کیا گیا۔

ملکی انتظامات

ڈلہوزی نے تعمیرات اور تعلیمات کے محکمے قایم کئے۔ ملک کے مختلف حصوں میں سڑکیں بنوائی گئیں اور مدرسے قایم ہوئے۔ ڈاک خانہ کا محکمہ قایم ہوا۔ آدھ آنے کے ٹکٹ میں اب ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک خط جاسکتا تھا۔

سب سے پہلے ڈلہوزی کے زمانے میں ہندوستان میں ریل جاری ہوئی۔ ریلوں سے تجارت کو بہت ترقی ہوئی اس لئے کہ ان کے ذریعہ مال ملک کے ایک حصے سے دوسرے حصے کو بآسانی جاسکتا تھا۔ ورنہ پہلے سوداگر لوگ بیل گاڑیوں میں سامان بھر کر کچی سڑکوں پر

لارڈ ڈلہوزی

مطبوعہ اعظم اسٹیم پریس

مطبوعہ اعظم اسٹیم پریس
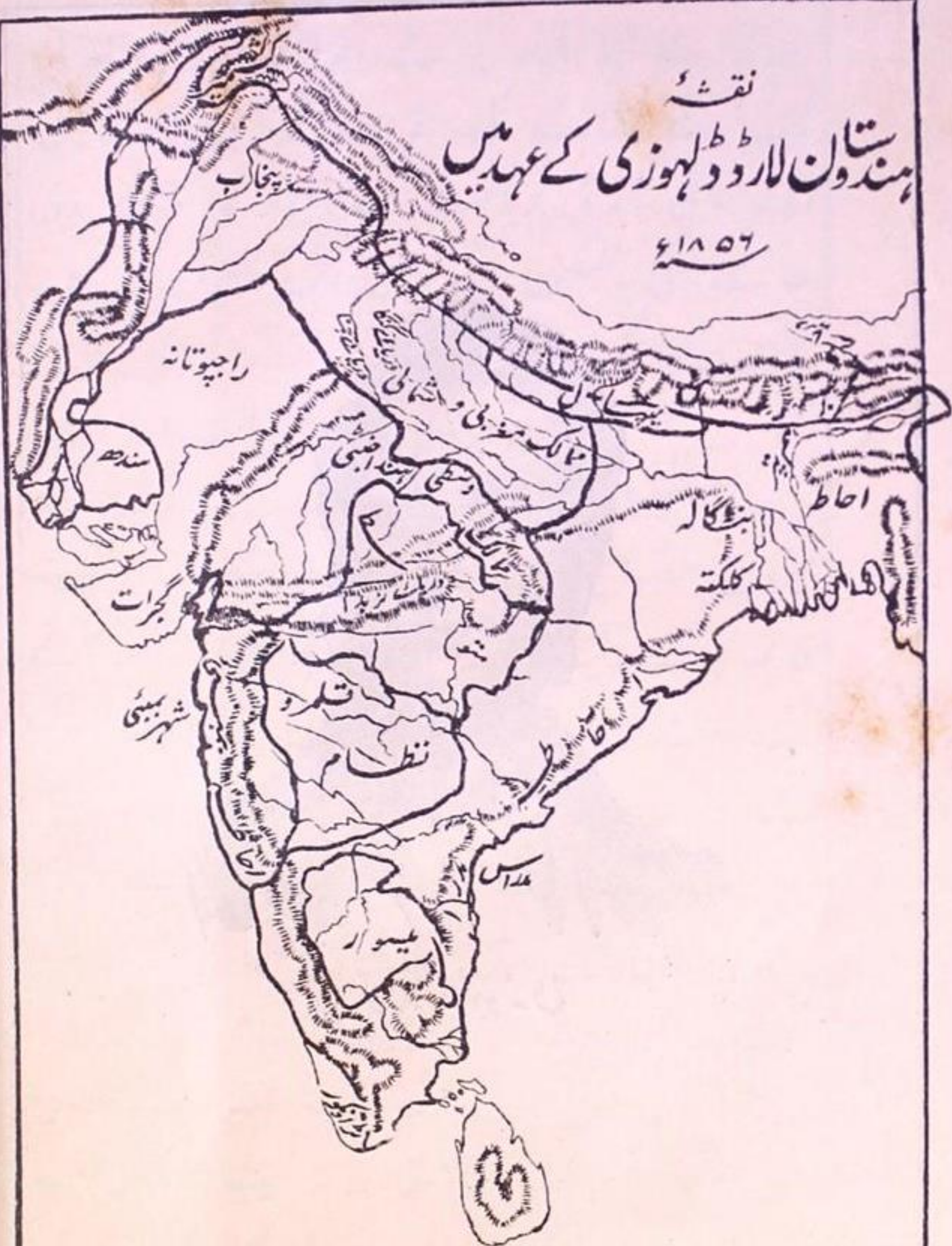
لے جاتے تھے۔ ان انتظامات سے ملک کو بہت ترقی ہوئی۔

ڈلہوزی کی حکمت عملی کے نتائج

ڈلہوزی نے جو وسیع علاقے انگریزی عملداری میں شامل کئے اس سے ملک میں بڑی ہلچل پیدا ہوگئی۔ والیان ملک اور امرا کو یہ خطرہ پیدا ہوگیا کہ نہ معلوم ان کے علاقے کمپنی کب ضبط کرلے گی۔ مدرسوں کے قایم کرنے سے اہل ہند کو یہ شبہ پیدا ہوا کہ انگریزی تعلیم ان کے مذہب کو خراب کر دے گی۔ اس قسم کے خیالات ڈلہوزی کے زمانے میں پیدا ہونے شروع ہوگئے تھے اور لوگوں میں ایک طرح کی بے چینی پیدا ہوگئی تھی۔

لارڈ کیننگ غدر ۱۸۵۷ء

ڈلہوزی کے جانشین لارڈ کیننگ کے عہد حکومت میں باغیانہ خیالات دیسی فوجوں میں پھیل گئے۔ باغی سپاہیوں نے انگریزی افسروں کا حکم ماننے سے انکار کردیا۔

باغیوں نے ۱۸۵۷ء میں دہلی پر قبضہ کرلیا۔ لکھنو۔ کانپور اور جھانسی بغاوت کے بڑے مرکز تھے۔ ہزاروں انگریز مارے گئے اور انگریزی راج کی بنیادیں ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ہل گئی ہوں۔ لیکن بالآخر انگریزوں نے حالات پر قابو پالیا اور ہندوستان کے نظم و نسق میں بنیادی تبدیلی کی گئی۔ پارلیمنٹ نے ایک قانون کے ذریعہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے ہندوستان کے تمام مقبوضات کو اپنے تحت کرلیا اور ملک وکٹوریہ کی حکومت براہ راست قایم ہوئی۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کا خاتمہ ہوگیا اور ہندوستان میں انگریزی حکومت کے نئے دور کا آغاز ہوا۔

مشق کے سوالات

(۱) ڈلہوزی نے پنجاب کس طرح فتح کیا؟

(۲) ڈلہوزی نے والیان ریاست کے متعلق کیا حکمت عملی

اختیار کی ؟

(۳۰) برار کے علاقے پر انگریزی حکومت نے کیوں تسلط قایم کیا ؟

(۳۱) ڈلہوزی کے طرز حکومت کو کس حد تک ۱۸۵۷ء کے غدر کا ذمہ دار ٹھیرایا جاسکتا ہے ؟

ضروری تاریخیں

ہندوستان میں ریل جاری ہونا	۱۸۵۳ء
برار پر انگریزی تسلط	۱۸۵۳ء
ڈلہوزی کا عہد حکومت	۱۸۴۸ء تا ۱۸۵۶ء

(۱۵)

ساتواں باب

ہندوستان تاج برطانیہ کے تحت

ملکۂ وکٹوریہ کی تخت نشینی

ملکۂ وکٹوریہ کی عمر ۱۸ برس تھی جب وہ انگلستان کی ملکہ ہوئیں۔ شروع ہی سے ملکہ کو ملک کی بہبودی کا خیال رہتا تھا۔ ملکہ کی تاجپوشی کی رسم نہایت شان و شوکت سے منائی گئی۔ ملکہ کو اپنی ہندوستانی رعایا کی بھلائی کی فکر رہتی تھی۔ جب ۱۸۵۷ء میں ہندوستان میں غدر ہوا تو ملکہ وکٹوریہ کو بہت رنج ہوا۔

ایسٹ انڈیا کمپنی کا خاتمہ

۱۸۵۷ء کے غدر سے

ہندوستان میں انگریزی راج کی بنیادیں ہل گئی تھیں۔ انگریزوں کے عقل مند لوگوں نے محسوس کیا کہ ہندوستان کی حکومت کو اب ایسٹ انڈیا کمپنی کے تحت نہیں چھوڑا جاسکتا۔ چنانچہ یہ فیصلہ ہوا کہ کمپنی کے سارے مقبوضات براہ راست ملکہ وکٹوریہ کی حکومت کے تحت آجائیں اور کمپنی کا خاتمہ کردیا جائے۔ ملکہ وکٹوریہ کی طرف سے ہندوستان میں ایک نائب مقرر کیا گیا جس کو وائسرائے کہتے ہیں۔

ملکہ وکٹوریہ کا اعلان

ملکہ نے غدر کے فرد ہوجانے کے بعد ایک اعلان شایع کیا جس میں ہندوستان کے امیروں اور رعایا کو اطمینان دلایا کہ حکومت مذہبی معاملات میں کبھی دخل اندازی نہیں کرے گی۔ والیان ریاست کو یقین دلایا گیا کہ ان کی ریاستوں پر انگریزی حکومت قبضہ کرنا نہیں چاہتی اور یہ کہ انھیں قدیم دستور کے مطابق لاولد ہونے کی صورت میں گود لینے کا

اختیار ہوگا۔ جن لوگوں نے غدر میں حصہ لیا تھا انھیں معاف کیا گیا اور جنھوں نے انگریزوں کی اس موقع پر مدد کی تھی انھیں انعام و اکرام سے مالا مال کر دیا گیا۔

لارڈ کیننگ کا دربار

ملکہ وکٹوریہ کے وائسرائے لارڈ کیننگ نے الہ آباد میں گنگا اور جمنا کے سنگم کے قریب ایک دربار منعقد کیا جس میں ملکہ کا اعلان سنایا گیا۔ اس دربار میں عجیب شان و شوکت نظر آتی تھی۔ ہزاروں خیمے اور شامیانے نصب کیئے گئے تھے۔ ملک کے بڑے بڑے امیر اور سرکاری عہدہ دار اس میں شرکت کے لیئے دُور دُور سے آئے تھے۔ ہر ضلع میں سرکاری عہدہ داروں نے مقامی دربار منعقد کرکے ملکہ وکٹوریہ کے اعلان کو رعایا تک پہونچایا تاکہ لوگوں کو اطمینان حاصل ہو۔ اس کے بعد سے ہندوستان میں انگریزی عملداری کا ایک نیا دور شروع ہوا۔

ایڈورڈ ہفتم شہنشاہ ہند

مطبوعہ آعظم اسٹیم پریس

ملکہ وکٹوریہ

مطبوعہ آعظم اسٹیم پریس
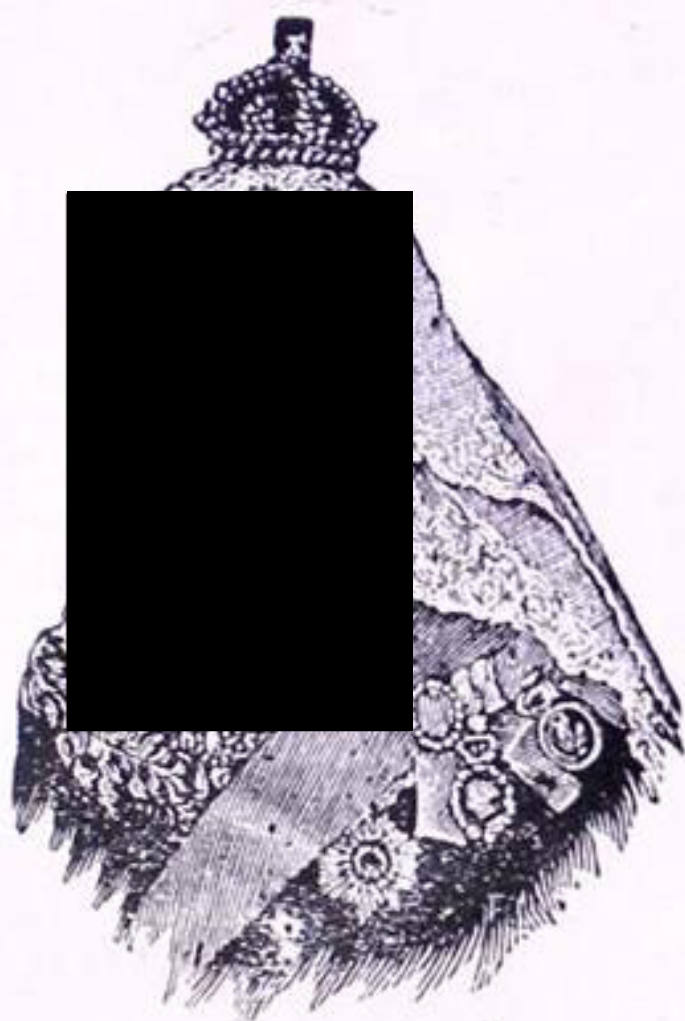
شہزادۂ ویلز

ملکہ نے اپنے بڑے بیٹے شہزادۂ ویلز کو جو بعد میں ایڈورڈ ہفتم کے نام سے موسوم ہوئے ہندوستان کی سیر کو بھیجا تاکہ وہ اس ملک کے والیان ریاست اور رعایا سے ذاتی تعلق پیدا کریں۔ شہزادہ ویلز ہندوستان میں کئی مہینے رہے اور اس ملک کے متعلق واقفیت حاصل کی۔ ملکہ نے انھیں سب بڑے بڑے ملکوں کی سیر کرائی تاکہ انھیں دنیا کے معاملات کا تجربہ حاصل ہو۔

قیصرۂ ہند کا لقب

غدر کے بعد انگریزوں کا دہلی پر قبضہ ہوگیا تھا۔ سلطنت مغلیہ کے آخری بادشاہ بہادر شاہ کی پنشن مقرر کردی گئی اور انھیں رنگون بھیج دیا گیا۔ ۱۸۷۷ء میں ان کی وفات پر ملکۂ وکٹوریہ نے "قیصرۂ ہند" کا لقب اختیار کیا۔

لارڈ لٹن کا دربار

اس موقع پر لارڈ لٹن وائسرائے ہند نے دہلی میں نہایت

شان دار دربار منعقد کرایا۔ اس دربار میں ملک کے بڑے بڑے نوابوں اور رجواڑوں کے علاوہ امیروں اور عہدہ داروں نے شرکت کی۔ ملکہ کو ہندوستان میں ایسی مقبولیت حاصل تھی کہ سب لوگوں نے ان کے ساتھ وفاداری کا اظہار کیا۔

افغانستان سے لڑائی

کچھ عرصے سے افغانستان میں روس کا اثر بڑھ رہا تھا۔ لارڈ لٹن نے انگریزی سفارت کابل بھیجنے کا ارادہ کیا لیکن امیر شیر علی کے حکم سے سفارت پیشاور سے واپس بھیج دی گئی۔ لارڈ لٹن نے اس بات کو حکومت ہند کی ذلت تصور کیا اور افغانستان کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ انگریزی سپہ سالار رابرٹ نے کابل پر قبضہ کر لیا۔ اسی دوران میں امیر شیر علی کا انتقال ہوگیا۔ تقریباً دو سال تک جنگ کا سلسلہ جاری رہا۔ بالآخر امیر عبد الرحمٰن خاں کو انگریزی حکومت نے افغانستان کا بادشاہ مان لیا اور جنگ ختم ہوئی۔

علی گڑھ کالج کا قایم ہونا

غدر کے زمانے میں

سر سید احمد خاں نے مسلمانوں کی جو تباہی دیکھی اس سے انھیں یقین ہوگیا کہ بغیر انگریزی تعلیم حاصل کئے ہندوستان کے مسلمان ترقی نہیں کرسکتے انھوں نے ۱۸۷۷ء میں علی گڑھ کالج قایم کیا جس کے افتتاح کی رسم لارڈ لٹن نے ادا کی۔ تھوڑے عرصے میں یہ کالج تعلیم کا بڑا مرکز بن گیا جہاں ہندوستان کے ہر گوشے سے طالب علم تعلیم حاصل کرنے کے لئے آتے ہیں۔ شروع میں سر سید کی ان کے ہم مذہبوں نے بہت مخالفت کی لیکن وہ برابر اپنا کام کئے گئے۔ وہ دھن کے پکے تھے۔ انھوں نے مخالفت کی پروا نہیں کی۔ انھوں نے اپنے ایثار کی بدولت اپنی زندگی میں اپنے منصوبوں کو کامیاب ہوتے دیکھ لیا۔

لارڈ رپن

لارڈ رپن ۱۸۸۰ء میں ہندوستان کے وائسرائے مقرر ہوئے۔ وہ اہل ہند کے ساتھ بہت ہمدردی رکھتے تھے۔ اس زمانے میں انگریزی تعلیم کا ہندوستان میں

رواج ہوگیا تھا۔ لارڈ رپن چاہتے تھے کہ تعلیم یافتہ اہل ہند کو حکومت کے کاموں میں شریک کیا جائے۔ چنانچہ انھوں نے ایک ایسا قانون بنایا جس کی رو سے ہندوستانی لوگ شہروں کی بلدیات (مینوسپلٹیوں) اور ڈسٹرکٹ بورڈوں کے ممبر منتخب ہوسکیں۔ پہلے قاعدہ تھا کہ سب ممبروں کو حاکم ضلع نامزد کرتا تھا۔ بلدیات اور ڈسٹرکٹ بورڈوں کے منتخب ارکان دواخانوں، ابتدائی مدرسوں، حفظان صحت، صفائی اور سڑکوں کے انتظام کے متعلق جو رائے دیتے تھے اس کے مطابق عمل ہونے لگا۔ انھیں ٹکس لگانے کا بھی حق حاصل ہوگیا۔ ان اختیارات سے اہل ہند بہت خوش ہوئے۔

لارڈ رپن اہل ہند پر بہت مہربان تھے۔ جب وہ انگلستان واپس جانے لگے تو ہندوستانیوں نے ملک کے ہر حصے میں جلسے کئے اور ان میں ان کی خوبیاں بیان کیں اور شکر گزاری کا اظہار کیا۔

ملکۂ وکٹوریہ کا جانشین

ملکۂ وکٹوریہ نے ۶۴ سال حکومت کر کے ۱۹۰۱ء میں ۸۲ سال کی عمر میں وفات پائی۔ تمام دنیا میں اور خاص طور پر جہاں جہاں انگریزی حکومت تھی وہاں ان کے مرنے پر رنج وغم کا اظہار کیا گیا۔ ایڈورڈ ہفتم ان کے جانشین مقرر ہوئے۔ انھوں نے بھی حکومت کے ان اصول کی پیروی کی جن کا نمونہ ملکۂ وکٹوریہ نے اپنی زندگی میں پیش کیا تھا۔

لارڈ کرزن

ملکۂ وکٹوریہ کے آخری زمانے میں ۱۸۹۹ء میں لارڈ کرزن وائسرائے مقرر ہوئے۔ ۱۹۰۱ء میں جب ملکہ نے وفات پائی تو اس وقت وہی وائسرائے تھے۔ لارڈ کرزن نے جنوری ۱۹۰۳ء میں دہلی میں دربار منعقد کیا جس میں ایڈورڈ ہفتم کے بادشاہ ہونے کا اعلان کیا گیا۔ بڑے بڑے نواب راجاؤں نے اس دربار میں شرکت کی۔ لارڈ کرزن بہت علم دوست شخص تھے۔ انھوں نے محکمۂ آثار قدیمہ قایم کیا تاکہ

ہندوستان کی قدیم عمارتوں کی نگرانی کی جائے اور اگر ضرورت ہو تو ان کی مرمت کی جائے۔ اس محکمے کے قایم ہونے کے بعد ہندوستان کے مختلف حصوں میں کھدائیاں کی گئیں اور قدیم زمانے کے آثار نکلے جن سے ہندوستان کی قدیم تاریخ پر بہت کچھ روشنی پڑتی ہے۔

برار کا انتظام لارڈ کرزن کے زمانے میں سرکار نظام سے انگریزی حکومت نے معاہدہ کیا جس کی رو سے حکومت ہند کو برار کا دوامی ٹھیکہ حاصل ہوگیا اور یہ علاقہ صوبہ متوسط میں شامل کر دیا گیا۔ حکومت ہند نے برار پر اعلیحضرت کے شاہی اقتدار کو تسلیم کرتے ہوئے ۲۵ لاکھ روپیے سالانہ پیش کش دینے کا وعدہ کیا۔

تقسیم بنگال لارڈ کرزن نے تقسیم بنگال کا حکم دیدیا جس کا مطلب یہ تھا کہ مشرقی بنگال کا علٰحدہ صوبہ قایم کر دیا جائے اور ڈھاکہ اس کا صدر مقام قرار پائے۔ اہل بنگال اس

انتظام سے بہت ناراض ہوئے۔ یہ انتظام بہت دن تک قایم نہ رہ سکا۔ ۱۹۱۱ء میں جب شہنشاہ جارج پنجم کا جشن تاجپوشی دہلی میں منایا گیا تو بذریعہ اعلان اس انتظام کو منسوخ کر دیا گیا۔

مشق کے سوالات

(۱) غدر کے بعد ملکۂ وکٹوریہ نے کیا اعلان شائع کیا تھا؟

(۲) لارڈ لٹن کے زمانے میں افغانستان سے انگریزی حکومت کی لڑائی کا حال بتاؤ۔

(۳) علی گڑھ کالج کس نے قایم کیا؟

(۴) لارڈ رپن کی اصلاحیں بیان کرو۔

(۵) لارڈ کرزن نے سرکار نظام سے برار کے متعلق کیا انتظام طے کیا؟

ضروری تاریخیں

ایسٹ انڈیا کمپنی کا خاتمہ	۱۸۵۸ء

لارڈ لٹن کا عہد حکومت ۱۸۷۶ء تا ۱۸۸۰ء

لارڈ رپن کا عہد حکومت ۱۸۸۰ء تا ۱۸۸۴ء

لارڈ کرزن کا عہد حکومت ۱۸۹۸ء تا ۱۹۰۵ء

آٹھواں باب

آئینی اصلاحات کا دور

ایڈورڈ ہفتم کی جانشینی

شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم نے نو برس حکومت کی ان کی وفات پر ان کے بیٹے جارج پنجم جون ۱۹۱۱ء میں سلطنت برطانیہ کے شہنشاہ ہوئے۔

لارڈ منٹو

ایڈورڈ ہفتم کی زندگی ہی میں لارڈ کرزن کے ہندوستان سے جانے کے بعد لارڈ منٹو وائسرائے مقرر ہوا۔ اس کے عہد سے ہندوستان میں آئینی طرز کی حکومت کی ابتداء ہوئی۔ لارڈ منٹو نے مسٹر مارلے وزیر ہند کے مشورہ سے ۱۹۰۹ء میں اہل ہند کو سیاسی اختیارات دینے کی پارلیمنٹ سے سفارش کی۔ لارڈ کرزن کے زمانے میں بنگال اور ہندوستان کے دوسرے حصوں میں جو بد دلی پیدا ہوگئی تھی اس کو سیاسی اصلاحات کے ذریعہ دور کرنے کی کوشش کی گئی۔ چنانچہ ۱۹۰۹ء میں پارلیمنٹ میں ایک قانون منظور ہوا جس کی رو سے برطانوی ہند کے ہر صوبے میں ایک کونسل مقرر ہوگئی جس میں غیر سرکاری ارکان کو اکثریت حاصل تھی۔ وائسرائے کی کونسل میں بھی ہندوستانی ممبر مقرر ہونے لگا۔ مسٹر سنہا جنھیں بعد میں لارڈ کا خطاب ملا پہلے ہندوستانی تھے جو وائسرائے کی کونسل کے ممبر ہوئے۔ ان اصلاحات

سے تعلیم یافتہ اہل ہند کا طبقہ بہت خوش ہوا۔
لارڈ منٹو نے کوشش کی کہ پچھلے کچھ دنوں سے
اہل ہند میں جو بد دلی پیدا ہوگئی تھی وہ دُور
ہو جائے اور اس کو بڑی حد تک کامیابی
حاصل ہوئی۔

لارڈ ہارڈنگ کے عہد میں دہلی دربار

جب انگلستان میں تاجپوشی کی
رسم ادا ہوچکی تو اس کے بعد
جارج پنجم ۱۹۱۱ء میں ہندوستان
آئے۔اس زمانے میں لارڈ ہارڈنگ ہندوستان
میں وائسرائے تھے۔انھوں نے دہلی میں جشن
تاجپوشی کے لئے شاندار دربار منعقد کیا۔اس
دربار کا منظر بھی یادگار رہے گا۔نوابوں اور
راجاؤں کے سجے ہوئے ہاتھی اور زرق برق
لباس عجیب بہار دکھاتے تھے۔انگریزی فوجوں
کے دستے بڑے سلیقہ سے قواعد پریڈ کرتے ہوئے
نظر آتے تھے۔اب تک انگلستان کا کوئی بادشاہ
ہندوستان نہیں آیا تھا۔جارج پنجم پہلے انگریز

جارج پنجم

مطبوعہ آعظم اسٹیم پریس

بادشاہ تھے جو ہندوستان تشریف لائے۔ آپ کی آمد پر رعایا نے بہت خوشی منائی۔ دہلی دربار میں ہندوستان کے والیان ملک اور دوسرے بڑے عہدہ داروں نے شرکت کی۔ جارج پنجم نے اس موقع پر بعض اہم اعلانات کئے تاکہ رعایا میں پچھلے دنوں جو بے چینی پیدا ہوگئی تھی وہ دُور ہو جائے۔ تقسیم بنگال کا انتظام جسے لارڈ کرزن نے رائج کیا تھا منسوخ کر دیا گیا۔ بہار اور اوڑیسہ کا علیحدہ صوبہ بنا اور اس کا صدر مقام پٹنہ قرار پایا۔ کلکتہ کی جگہ دہلی ہندوستان کا پایہ تخت قرار دیا گیا۔

جنگ عظیم

۱۹۱۴ء میں یورپ میں جنگ عظیم شروع ہوگئی۔ دنیا کی تاریخ میں اتنی بڑی جنگ پہلے کبھی نہیں ہوئی۔ انگلستان، فرانس اور امریکہ ایک طرف تھے اور جرمنی، آسٹریا اور ترکی دوسرے طرف تھے۔ دنیا کے دوسرے ملک کسی نہ کسی فریق کے ساتھ جنگ میں شریک ہوئے

اس عالمگیر جنگ میں ہندوستان نے انگلستان کا ساتھ دیا۔ راجاؤں، نوابوں اور دوسرے دولتمند لوگوں نے انگریزی حکومت کو کروڑوں روپئے کی مالی مدد دی اور لاکھوں آدمی لڑنے کے لئے گئے والیان ریاست نے بھی اپنی فوجیں انگریزوں کی مدد کے لئے بھیجیں۔ ہندوستانی فوجوں نے میدان جنگ میں بڑی بہادری دکھائی۔ بالآخر جنگ میں انگلستان اور اس کے ساتھیوں کو کامیابی ہوئی۔ ۱۹۱۹ء میں پیرس میں صلحنامہ ہوا تو اس پر ہندوستان کے نمایندوں نے بھی دستخط کئے۔

شہنشاہ جارج پنجم کے عہد حکومت میں ہندوستان میں نہایت اہم تبدیلیاں ہوئیں۔ ملک میں سیاسی بیداری پیدا ہوئی۔ جنگ کے زمانے میں اہل ہند نے سیاسی حقوق کا مطالبہ شروع کر دیا اور اپنے ملک کی حکومت میں شریک ہونے کی خواہش ظاہر کی

شہنشاہ برطانیہ اور ان کے مشیروں نے بھی یہ بات محسوس کی کہ اہل ہند نے جنگ کے زمانے میں

سلطنت برطانیہ کی خدمت انجام دی ہے اس لئے
ان کے مطالبات پر غور کرنا چاہیئے۔

مسٹر مانٹیگو

اس زمانے میں مسٹر مانٹیگو وزیر ہند تھے۔
وہ اہل ہند کے ساتھ بہت ہمدردی
رکھتے تھے۔ جنگ کے دوران میں وہ ہندوستان آئے
اور لارڈ چمسفورڈ وائسرائے ہند کے ساتھ انھوں
نے پورے ملک کا دورہ کیا اور سینکڑوں معزز اور
با اثر لوگوں سے ملاقاتیں کیں تاکہ ان کے خیالات
معلوم کریں۔ انھوں نے پارلیمنٹ میں یہ اعلان کیا کہ
شہنشاہ معظم کی یہ خوشی ہے کہ ہندوستانیوں کو ایسے
اختیارات دئے جائیں جن کی بدولت انھیں اپنے
ملک کے انتظام کا موقع حاصل ہو۔ انھیں اعلیٰ
عہدوں پر مقرر کیا جائے اور رفتہ رفتہ حکومت
کے اختیارات ان کے ہاتھ میں دے دیئے جائیں۔

اہل ہند کے اختیارات میں اضافہ

مسٹر مانٹیگو نے ایک
رپورٹ تیار کی
جس میں انھوں نے بتایا کہ حکومت کے کون کونسے

اختیارات اہل ہند کے تحت آجانے چاہئیں۔ اس رپورٹ کے مطابق قانون حکومت ہند ۱۹۱۹ء میں منظور ہوا جس کی رو سے صوبہ کی حکومت کے بعض محکمے ہندوستانی وزیروں کے تحت آگئے اور بعض دوسرے محکمے گورنر کے تحت رہے۔ صوبہ کی کونسلوں میں ووٹ دینے والوں کی تعداد بہت بڑھا دی گئی۔ ڈسٹرکٹ اور مینوسپل بورڈوں میں منتخب شدہ ارکان کی تعداد زیادہ ہوگئی اور ان کے اختیارات میں اضافہ ہوا۔ لارڈ رپن کے زمانے میں جو اختیارات دیے گئے تھے وہ کم تھے۔ اب انتظامی اختیارات بہت بڑھ گئے مرکزی حکومت میں بھی رعایا کی نمایندگی کے اصول کا کافی خیال رکھا گیا۔ وائسرائے کی کونسل میں بجائے ایک کے تین ہندوستانی ممبر ہونے لگے۔ لارڈ سنہا کو بہار کا گورنر مقرر کیا گیا۔ وہ پہلے ہندوستانی ہیں جنھیں لارڈ کا خطاب دیا گیا۔ سول سروس میں ہندوستانیوں کی تعداد بڑھا دی گئی اور

یہ طے ہوا کہ سول سروس کا امتحان ہندوستان میں
بھی ہوا کرے گا۔

ان سیاسی اصلاحات کے پیش کرنے اور منظور
کرانے میں مسٹر مانٹیگو کی کوشش کو بہت کچھ
دخل حاصل تھا۔ انھیں اہل ہند سے جو ہمدردی
تھی اس کا انھوں نے عملی ثبوت دیا۔ مسٹر مانٹیگو
کا نام اس عہد کی ہندوستان کی تاریخ میں یادگار
رہے گا۔

لارڈ ریڈنگ

یہ زمانہ ہندوستان میں بڑی شورش
کا تھا۔ گاندھی جی نے اسی زمانے
میں ترک موالات کی تحریک شروع کردی جس کا
مطلب یہ تھا کہ حکومت سے جہاں تک ہو سکے
تعلق باقی نہ رکھا جائے اور اس کی کسی طرح بھی
مدد نہ کی جائے۔ مسٹر مانٹیگو کی کوشش سے جو
اختیارات ملے تھے ان سے بھی اہل ہند کو
اطمینان نہیں ہوا۔ کانگریس کی تحریک نے زور
پکڑا۔ لارڈ ریڈنگ نے اگرچہ ترک موالات کی تحریک کو

دبا دیا لیکن ملک میں بے چینی باقی رہی۔ان کی انگلستان واپسی پر لارڈ ارون ۱۹۲۶ء میں وائسرائے مقرر ہوئے۔یہ اہل ہند سے ہمدردی رکھتے تھے انھوں نے اعلان کیا کہ انگریزی حکومت لندن میں گول میز کانفرنس منعقد کرے گی جس میں انگریز اور ہندوستانی ملکر تجویزیں منظور کریں گے تاکہ اہل ہند کو اور زیادہ اختیارات ملیں۔ پہلی گول میز کانفرنس کے اجلاس کا افتتاح شہنشاہ جارج پنجم نے کیا۔گول میز کانفرنس کے تین اجلاس منعقد ہوئے۔

نیا ملکی انتظام

ان کانفرنسوں میں جو تجاویز منظور ہوئیں ان کے مطابق انگریزی حکومت نے قانون حکومت ہند ۱۹۳۵ء منظور کیا جس کی رو سے دیسی ریاستیں اور صوبوں کی حکومتوں کے نمایندے ان تمام معاملات کے متعلق فیصلوں میں شریک ہوں گے جن کا تعلق سارے ملک کی بھلائی سے ہوگا۔ جیسے

فوج، امور خارجی، ریل وغیرہ۔ صوبوں کی حکومتوں
میں جو محکمے اب تک وزیروں کے تحت نہیں
تھے وہ بھی ان کے تحت آگئے۔ وزیر اپنے
منتخب کرنے والوں کے آگے جوابدہ قرار پائینگے
گورنر جہاں تک ہو سکے گا وزیروں کے کام
میں دخل نہیں دیں گے۔ اگرچہ ضلع کا انتظام
کلکٹر کے تحت رہے گا لیکن آیندہ وہ ان
اصول کے مطابق حکومت کریں گے جو وزیران
کے لئے مقرر کریں گے۔ اس قانون کی بدولت
اہل ہند کو اپنے ملک کے انتظام میں بہت
اثر حاصل ہوگیا ہے۔ موجودہ وائسرائے لارڈ
لن لتھگو کوشش کر رہے ہیں کہ قانون حکومت
ہند ۱۹۳۵ء کا وہ حصہ جو مرکزی حکومت کے
متعلق ہے جلد نافذ ہو جائے اور برطانوی
ہند کے صوبوں اور دیسی ریاستوں کی شرکت
سے ہندوستان کی مرکزی حکومت کا انتظام
بہتر کیا جائے۔

شہنشاہ جارج پنجم کے عہد حکومت میں ہندوستان نے ہر لحاظ سے بہت ترقی کی۔ سیاسی بیداری کے علاوہ ملک کی تجارت اور صنعت و حرفت کو بہت فروغ حاصل ہوا ہے۔ تعلیم، معاشرت، علم و ادب اور فنون لطیفہ سب میں اہل ہند کی شہرت دوسرے ملکوں تک پہنچ گئی۔

شہنشاہ جارج پنجم کی وفات

شہنشاہ جارج پنجم نے ۱۹۳۶ء میں وفات پائی۔ ان کے بڑے بیٹے ایڈورڈ ہشتم کے نام سے بادشاہ ہوئے لیکن چند ماہ کی بادشاہی کے بعد انھوں نے اپنی مرضی سے تخت و تاج کو اپنے چھوٹے بھائی کے لئے چھوڑ دیا جو جارج ششم کے لقب سے شہنشاہ ہندوستان ہوئے۔ ملکۂ الزبتھ ان کی ملکہ ہیں۔

مشق کے سوالات

(۱) ۱۹۱۱ء کے دہلی دربار کا حال بتاؤ۔

کنگ جارج ششم

مطبوعہ اعظم اسٹیم پریس

ملکۂ الزبتھ

مطبوعہ اعظم اسٹیم پریس
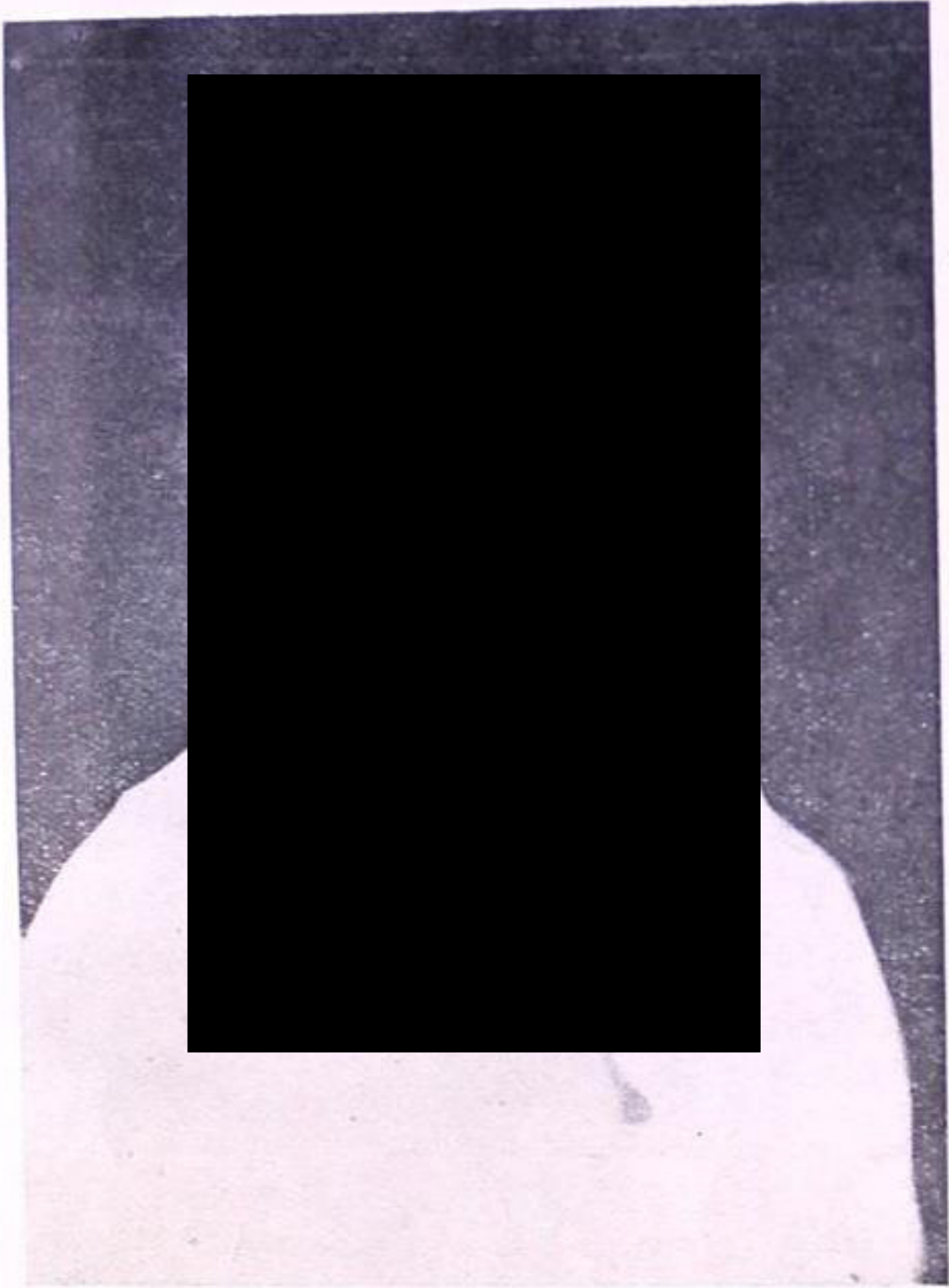
(۲) جنگ عظیم کے متعلق تمہیں کیا معلوم ہے۔

(۳) مسٹر مانٹیگو نے اہل ہند کی بھلائی کے لئے کیا کوشش کی۔

(۴) قانون حکومت ہند ۱۹۱۹ء سے اہل ہند کو کیا اختیارات حاصل ہوئے۔

(۵) قانون حکومت ہند ۱۹۳۵ء کی بدولت ملک میں کیا نئے انتظامات قایم ہوئے۔

ضروری تاریخیں

وائسرائے لارڈ ہارڈنگ کا عہد حکومت	۱۹۱۰ء تا ۱۹۱۶ء
دہلی دربار	دسمبر ۱۹۱۱ء
یورپ کی جنگ عظیم	۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۹ء
قانون حکومت ہند کی منظوری	۱۹۱۹ء
گول میز کانفرنس کے اجلاس	۱۹۳۰ء تا ۱۹۳۳ء
نئے قانون حکومت ہند کی منظوری	۱۹۳۵ء
شہنشاہ جارج پنجم کی وفات	جنوری ۱۹۳۶ء
شہنشاہ جارج ششم کی تخت نشینی	دسمبر ۱۹۳۶ء

نواں باب

نیا ہندوستان

تہذیب ومعاشرت انگریزی حکومت کے ہندوستان میں قایم ہونے سے اہل ہند کی معاشرت اور تمدنی زندگی میں تبدیلی پیدا ہوئی ہماری زندگی کے ہر شعبہ پر یورپ کے خیالات کا اثر پڑا ہے۔ راجا رام موہن رائے اور سر سید احمد خاں نے اہل ہند کی رسوم کی اصلاح اور مغربی تعلیم کے پھیلانے کی کوشش کی۔ اہل ہند کو اس کا خیال پیدا ہوگیا کہ وہ اس وقت تک ترقی نہیں کرسکتے جب تک وہ مغربی تعلیم سے

فائدہ نہ اٹھائیں۔ مغربی تعلیم کے پھیلنے سے ہمارے طرز زندگی اور رہن سہن پر بہت اثر پڑا۔ سارے ملک میں یکساں نظم و نسق کے سبب سے اہل ہند میں اتحاد اور یک جہتی کا جذبہ پیدا ہوگیا۔ مغربی تعلیم کے اثر سے ذات پات کے بندھن بھی ڈھیلے پڑ گئے سائنس کی ایجادوں کا بھی ہماری معاشرت پر اثر ہوا۔ پہلے لوگ بہت کم گھر سے نکلتے اور سفر کیا کرتے تھے اس لئے کہ ایسی سہولتیں موجود نہ تھیں جیسی اب ہیں۔ آج چند روز میں آدمی ملک کے ایک گوشہ سے دوسرے گوشہ میں جا سکتا ہے۔ اسی طرح ڈاک اور تار کی سہولتوں سے اہل ہند کے خیالات میں یکسانیت پیدا ہو رہی ہے اور ایک حصے کے لوگ دوسرے حصے کے لوگوں سے قریب آگئے ہیں۔

صنعت و حرفت جدید تعلیم سے یہ فائدہ ہوا کہ اہل ہند سائنس سے روشناس ہوئے۔ انھوں نے دیکھا کہ انسان کی قوت کا

راز سائنس کے خزانوں میں پوشیدہ ہے۔ تار۔ ریل اور جہاز سائنس ہی کا کرشمہ ہیں۔ سائنس کی ترقی سے ملک کی صنعت و حرفت پر بہت اچھا اثر پڑا۔ ملک میں ہزاروں کارخانے قایم ہو گئے جن میں جدید طریقوں سے ضرورت کی مختلف چیزیں بنائی جاتی ہیں۔

جے این ٹاٹا ہمارے ملک کی صنعتی ترقی میں جے این ٹاٹا کا نام ہمیشہ یادگار رہے گا۔ انھوں نے ملک کی صنعتی ترقی کے نئے نئے منصوبے سوچے جمشید پور (بہار) میں لوہے اور فولاد کی اشیاء تیار کرنے کے لئے انھوں نے جو کارخانہ قایم کیا اس سے ملک کی ضروریات بڑی حد تک پوری ہوتی ہیں۔ کان کنی اور ریشم کی صنعت کو ان کی دلچسپی کے سبب سے خوب ترقی ہوئی۔ جے این ٹاٹا نے بنگلور میں سائنس انسٹیٹیوٹ قایم کیا اور تیس لاکھ روپے کی جائداد اس کے لئے وقف کر دی۔ اس انسٹیٹیوٹ کا یہ مقصد قرار دیا گیا ہے کہ سائنس کی تعلیم کو

ملک کی صنعت و حرفت کی ترقی کے لئے استعمال کیا جائے۔ یہ ملک بھر میں سائنس کی تحقیقات کا سب سے بڑا مرکز ہے۔ بمبئی کے قریب لناولا میں بجلی نکالنے کا کارخانہ بھی جے این ٹاٹا کی کوشش سے قایم ہوا جس سے بمبئی کے صنعتی کارخانوں کو بہت مدد ملی۔ اس زمانے میں بغیر بجلی کی قوت کے بڑے پیمانے پر صنعتی ترقی نہیں ہوسکتی غرض کہ جے این ٹاٹا کا ملک کی صنعت و حرفت پر بڑا احسان ہے۔

ہندوستانی ماہرین سائنس ملک کی دولت میں اضافہ کر رہے ہیں۔ پچھلے بیس سال میں ہندوستان میں بعض ایسے ماہرین سائنس پیدا ہوئے جن کے نام اس ملک کے باہر بھی عزت سے لئے جاتے ہیں۔ ان میں سرجگدیش چندر بوس۔ سرسی۔ پی۔ رے اور سرسی۔ وی۔ رامن خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ یہ لوگ اپنی قابلیت کے سبب سے ہمارے دیس کے لئے باعث فخر ہیں۔ ملک کی تجارت بہ نسبت پہلے کے بہت بڑھ گئی ہے۔

اندرونی تجارت کے علاوہ اہل ہند کروڑوں روپے
کا لین دین دوسرے باہر کے ملکوں سے کرتے ہیں۔
اگر ہندوستان کی صنعتی ترقی کی رفتار یہی رہی جو
پچھلے چند سالوں سے ہے تو ہمارا ملک دنیا کے
بڑے صنعتی ملکوں میں شمار ہونے لگے گا۔

ادب کی ترقی ہندوستان کی عہد حالیہ کی تاریخ میں
مختلف ملکی زبانوں کی ترقی کو خاص
اہمیت حاصل ہے۔ مغربی تعلیم کی بدولت جو نئے
نئے خیالات اور نئی نئی ضرورتیں پیدا ہوئیں انھیں
دیسی زبانوں کے ذریعہ سے ظاہر کرنے میں پوری
طرح کامیابی حاصل ہوئی۔ اگرچہ انگریزی سرکاری
اور تعلیمی زبان ہے لیکن دیسی زبانوں نے پچھلے
پچاس برس میں غیر معمولی ترقی کی ہے۔ ان میں
ہزاروں اخبار اور رسالے نکلتے ہیں۔ بنگالی زبان
کے شاعر سر ربندر ناتھ ٹیگور اور ہندوستانی زبان
کے شاعر سر محمد اقبال نے اپنے کلام کی بدولت ساری
دنیا میں شہرت حاصل کی۔ ہندوستان کی مختلف زبانوں

میں ہندوستانی زبان ایسی ہے جو اس ملک کی مشترک زبان تسلیم کی جاتی ہے۔ یہ زبان بہت تیزی کے ساتھ ترقی کر رہی ہے۔ اس زبان کے بنانے اور سنوارنے میں اہل ہند نے بلا تفریق مذہب و ملت حصہ لیا ہے۔ اس کی ترقی میں ہماری ریاست حیدر آباد کا بھی بڑا حصہ ہے۔ اعلیٰ حضرت **میر عثمان علی خاں** خلد اللہ ملکہٗ نظام الملک آصف جاہ سابع نے اپنی رعایا کی فلاح و بہبود کے لئے جامعہ عثمانیہ قایم فرمائی جہاں اعلیٰ تعلیم بھی ہندوستانی زبان کے ذریعہ دی جاتی ہے۔ اعلحضرت بندگان اقدس نے اس طرح زبان کی توسیع اور ترقی کے لئے سارے ملک کے لئے ایک اعلیٰ نمونہ پیش فرما دیا ہے جس کی تقلید اب دوسرے مقامات پر بھی ہو رہی ہے۔

قومیت کا احساس یورپ کی تعلیم کے اثر سے ہندوستان کے باشندوں میں یہ احساس پیدا ہوگیا ہے کہ ہندوستان ان سبھوں کا وطن ہے جنکی

خدمت کرنا ان کا فرض ہے۔ انھیں اسکا بھی یقین ہے کہ جب تک مختلف مذہبوں اور طبقوں کے لوگ مل جلکر اتحاد اور رواداری سے زندگی بسر نہیں کریں گے اس وقت تک اس ملک کو ترقی نہیں ہوسکتی۔ کچھ عرصے سے ملک میں عام بیداری پیدا ہوگئی ہے۔ اس بیداری کو ایسے مقاصد کے لئے استعمال کرنا چاہئے جن سے اس ملک کی ترقی ہو اور دنیا کی دوسری قوموں کی نظر میں اس کی عزت بڑھے۔ ہماری ترقی کا راز اتحاد اور یک جہتی میں پوشیدہ ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ اپنے ملک اور مالک کی خدمت کے لئے ایک ہو جائیں۔ ہمارے دیس کی قدیم سے یہ خصوصیت رہی ہے کہ یہاں ہمیشہ سے اختلاف میں اتحاد موجود رہا ہے۔ ہمیں چاہئے کہ اپنے وطن کی اس خصوصیت کو قایم رکھتے ہوئے پچھلی تاریخ سے سبق حاصل کریں۔

مشق کے سوالات

(۱) مغربی تعلیم کے اثر سے اہل ہند کی تہذیب پر کیا اثر پڑا؟

(۲) یہ کہنا کس حد تک درست ہے کہ ڈاک، تار اور ریل کی سہولتوں سے اہل ہند میں اتحاد کے جذبہ کو ترقی ہوئی۔

(۳) سائنس کی تعلیم حاصل کرنے سے اہل ہند کو کیا فائدے ہوئے؟

(۴) انگریزی تعلیم کا ہمارے ادب اور فنون لطیفہ پر کیا اثر ہوا؟

(۵) اہل ہند میں قومیت کے احساس کے کیا اسباب ہیں؟

تمت

مطبوعہ

اعظم اسٹیم پریس گورنمنٹ ایجوکیشنل پرنٹرز حیدرآباد دکن

۱۳۴۸ف

ناشر

سیّد عبد القادر اینڈ سنس

تاجرانِ کتب و گورنمنٹ ایجوکیشنل پبلشرز

و مالک

اعظم اسٹیم پریس گورنمنٹ ایجوکیشنل پرنٹرز

حیدرآباد دکن